درس ختم بخاری شریف

* افادات *

حضرت مولانا مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی (دامت برکاتہم)

(شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم ماٹلی والا)

مرتبین

مولانا عبدالرشید صاحب منوبری

مولانا قاری ذاکر صاحب ولنوی

محرک و ناشر

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدنی بڑودوی دامت برکاتہم

(استاذ حدیث جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹرا)

تفصیلات

نام کتاب:	درس ختم بخاری شریف
افادات:	مولانا مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی صاحب (شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم ماٹلی والا)
مرتبین:	مولانا عبدالرشید صاحب منوبری مولانا قاری ذاکر صاحب ولنوی
محرک وناشر:	حضرت مولانا محمد فاروق صاحب فلاحی مدنی بڑودوی
صفحات:	۵۵
سن طباعت:	۱۴۴۱ھ = مطابق ۲۰۲۰ء

ملنے کا پتہ

مکتبہ: ابوبکر ربیع بن صبیح بصری
دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا
عیدگاہ روڈ، بھروچ
گجرات، انڈیا۔ ۳۹۲۰۰۱

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب فلاحی مدنی
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
پوسٹ: اکل کوا، ضلع نندوربار، مہاراشٹرا
فون: 9881139712

تقدیم

مربی حقیقی اللہ رب العزت نے حضرت انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی رشد وہدایت کے لیے اور اسے ضلالت وگمراہی سے بچانے کے لیے بعثت انبیاء علیہم السلام اور انزال صحف وکتب کا بہترین سلسلہ جاری فرمایا؛ تاکہ انسان کو اللہ رب العزت کے مشفق ومربی ہونے کا یقین کامل حاصل ہو، اسی پر بس نہیں؛ بل کہ اپنی نازل کردہ کتب سماویہ کی تشریح وتبیین بھی اپنے ہی ذمہ رکھی، تاکہ ہرکس وناکس اپنی طرف سے لب کشائی کی جرأت نہ کرسکے؛ لیکن یہ احکامات وتعلیمات کتب سابقہ میں زمان ومکان ہردو اعتبار سے محدود تھے۔ اس سلسلے کی آخری کڑی پیارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب سماویہ میں آخری کتاب قرآن کریم ہے، اللہ رب العزت نے ہردو کو عالمی، آفاقی اور دائمی ہونے کا جامہ پہنا کر یہ اعلان کردیا: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اور من یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه، نیز تشریح وتبیین بھی اپنے ہی ذمہ رکھی اور واضح فرمادیا کہ إن علینا بیانه اسی کی عملی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، فرمودات، اقوال وافعال اور تقریرات ہیں جس کو صحابۂ کرام نے عملا اور قولا محفوظ فرمایا اور فلیبلغ الشاهد الغائب کی تعمیل میں اسے بعد میں آنے والی نسل کو بلاکم وکاست سپرد فرمایا، اسی تبلیغ وتلقین اور إنا له لحافظون کی ایک شکل تکوینی طور پر یہ رونما ہوئی کہ محدثین کی ایک جماعت کھڑی ہوگئی، جس نے ان فرامین مبارکہ کو سند ومتن ہر اعتبار سے چھانا، پرکھا، اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے کتابوں کے سینوں میں محفوظ کردیا، اسی جماعت کے سرخیل امیر المؤمنین فی الحدیث الحافظ الامام البخاری ہیں، جن کی تالیف **الجامع الصحیح للبخاری** نے وہ مقام حاصل کیا کہ

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جانے لگا، بعد میں آنے والے ارباب علم نے اس کتاب کو اپنی محنت کا میدان بنایا اور مختلف اعتبار سے ہمہ جہتی اس کی تشریح و تفصیل کی۔ امام بخاری کے ذوق اور انداز اثبات وابطال کی توضیح وتبیین میں مختلف درر ہائے ثمینہ امت کے سامنے پیش کیے اور تا ایں دم یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا اور کیوں نہ ہو کہ فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تشریح وتبیین قرآن کریم ہونے کی حیثیت سے دوام حاصل ہے۔

امت میں اور عوام وخواص میں اس کتاب کو اور بالخصوص آخری درس بخاری شریف کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔

اور یہ اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کہ درس دینے والا بیک وقت مفسر بھی ہو، محدث بھی ہو، فقیہ بھی ہو، اصولی بھی ہو، قدیم علم کلام کا ماہر بھی ہو، جدید علم کلام کا شہسوار بھی ہو، متقدمین کے علوم کا امین بھی ہو اور حالات حاضرہ پر بصیرت بھی رکھتا ہو، جام نو میں پلائی جانے والی شراب کہن کی پرکھ بھی رکھتا ہو اور فرق ضالہ قدیمہ، جو نئے نئے روپ دھار کر فی زمانناظہور پذیر ہو رہے ہیں، ان کا بذریعۂ نقل وعقل تعاقب بلیغ بھی کرتا ہو اور از ابتداء تا انتہاء مضامین کتاب کا احاطہ کر کے اس کا خلاصہ سامعین کے سامنے پیش کرے اور مزاج مصنف ومقصد تالیف کو سمجھ کر خطیبانہ اور مقررانہ انداز اختیار نہ کرتے ہوئے خالص مدرسانہ لب ولہجہ اور مزاج رکھتا ہو۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود درس ختم بخاری شریف میں آپ کو انہیں تمام اوصاف سے بدرجۂ اتم متصف کہنہ مشق استاذ محترم مولانا اقبال بن محمد صاحب فلاحی ٹنکاروی دکھائی دیں گے، جن کے اس آخری درس میں یہ عاجز بہ نفس نفیس موجود تھا۔

استاذ محترم صرف زمانۂ طالب علمی ہی میں نہیں؛ بل کہ بعد از فراغت اور منصب اہتمام پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بھی جامع علوم وفنون، حامل عقل ونقل، صانع الرجال، مفکر قوم

وملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی علیہ الرحمہ کے کلی معتمد رہے، اسی کے ساتھ بقیۃ السلف، جامع شریعت وطریقت، منفرد انداز تربیت وتزکیۂ نفوس کے حامل حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ کے بھی نورنظر ہیں۔

عاجز نے اس درس میں بین طور پر محسوس کیا کہ امام بخاری نے جن مقاصد کے پیش نظر اپنی یہ کتاب تالیف فرمائی ہے، بالخصوص کتاب التوحید اور باب الرد علی الجہمیہ والمعتزلہ ان کا نصوص نقلیہ اور استنباطات عقلیہ کے ذریعہ رد، تربیت وتعلیم، تزکیہ باطن وغیرہ تمام چیزیں بجمیع الوجوہ موجود ہیں اور ایک عجیب کیفیت جو درس میں موجود شرکاء نے محسوس کی، وہ یہ کہ روح مصنف اور ارواح اسانید عالیہ کی خصوصی توجہات کا احساس ہوا، جو صاحب درس کی قوت نسبت باطنی پر دال ہے۔

اسی لیے یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس درس کو بشکل کتاب منصۂ شہود پر لایا جائے؛ تاکہ تشنگان علم ودانش اس سے استفادہ کرکے اپنی تشنگی بجھاسکیں اور ہمارے بزرگوں میں بھی یہ طریقہ رہا ہے، بالخصوص دور آخر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اور زبدۃ المحدثین حضرت جونپوری علیہ الرحمہ کے دروس منظر عام پر آئے اور مستفیدین نے استفادہ کیا۔

اللہ رب العزت ہم تمام کو حضرت الاستاذ سے خوب خوب استفادے کی توفیق عطا فرمائے، راہ علم وعمل میں آپ کی راہنمائی ہمیں ملتی رہے اور ہم اسلاف کے بتلائے ہوئے طریق پر قدامت صالحہ کے ساتھ ساتھ انہیں کے اصول ضوابط کے مطابق جدت نافعہ سے مستفید ہوں۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد فاروق فلاحی مدنی بڑودوی صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹرا

۴/جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۹ء

پیش لفظ

مدارس اسلامیہ میں درس ختم بخاری شریف کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، حضرات اکابرین کے دروس بخاری کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور الحمدللہ تعالیٰ ان دروس سے عوام وخواص دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ محترم حضرت مولانا فاروق صاحب بڑودوی دامت برکاتہم نے ختم بخاری شریف کے سلسلے میں دارالعلوم نصرۃ الاسلام مقام اونٹرا، ضلع اجمیر، راجستھان کے لئے اس عاجز کو دعوت دی، میں نے معذرت کے مختلف حیلے اپنائے؛ لیکن حضرت مولانا کا اخلاص اس پر غالب آ گیا اور وقت موعود پر بندہ کی حاضری ہوئی، علمائے کرام وعوام کے ملے جلے مجمع میں بخاری شریف کی آخری حدیث پر کلام کرنا مشکل ہوتا ہے، بندہ نے دونوں کی رعایت کرتے ہوئے عمومی باتیں عرض کیں، اس ضمن میں کچھ علمی باتیں بھی بفضل اللہ تعالیٰ ہوئی، محترم حضرت مولانا فاروق صاحب نے محترم مولانا عبدالرشید صاحب منوبری کو- جو اس سفر میں ہمارے رفیق تھے- اس تقریر کو ضبط تحریر میں لانے کا مکلف فرمایا، محترم مولانا عبدالرشید صاحب نے اس کو کمپیوٹر سے تیار کر کے میرے سامنے پیش کیا۔ بندہ اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتا ہے کہ بخاری شریف کی عظیم نسبت سے میری باتیں ضبط تحریر میں لا کر اس کو شائع کیا جاوے؛ لیکن جب حضرت مولانا فاروق صاحب نے اس کو شائع کرنے کا پختہ عزم کر ہی لیا، تو مجھے مجبور ہو کر اس کی اجازت دینی پڑی۔

انہی دنوں میں مولانا قاری ذاکر ولنوی صاحب بندہ کی جمعہ یا کسی مخصوص موقع پر کی ہوئی اصلاحی باتوں کو قلم بند کر رہے تھے تو انہوں نے دارالعلوم ماٹلی والا کے ختم بخاری کے موقع پر

عوام الناس سے کہی گئی مختصر باتوں کو بھی قلم بند کیا تھا، وہ بھی میرے پاس تحریر شدہ مضامین کو لے آئے، مولانا عبدالرشید صاحب کا خیال تھا کہ اس کو بھی اس مناسبت سے ساتھ میں شائع کیا جائے، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت مولانا فاروق صاحب سے گفتگو کر کے ان کو بھی شامل اشاعت کرلیا۔

یاد رہے کہ دارالعلوم ماٹلی والا میں جو مختصر گفتگو کی گئی وہ حضرت مفتی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا کے درس بخاری کے بعد صرف عوام الناس کو سمجھانے کے لئے ہی کی گئی ہے، درس کے عنوان سے ذکر نہیں کی گئی ہیں، اور ساتھ میں یہ بھی سمجھا جاوے کہ یہ تحریری کلام نہیں ہے، لہٰذا اس میں مضمون بالترتیب نہیں ہوتا ہے۔

اس موقع پر میں حضرت مولانا فاروق صاحب، مولانا عبدالرشید صاحب اور قاری ذاکر صاحب ولنوی کا شکر گذار ہوں کہ ان حضرات نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، خصوصاً حضرت مولانا فاروق صاحب جو وقتاً فوقتاً علمی تعاون فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے علم و عمل میں برکت نصیب فرمائے، آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(حضرت مولانا) مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی (دامت برکاتہم)
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات، الہند

۲۸ / ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ = مطابق ۲۶ / دسمبر ۲۰۱۹ء

حضرت مولانا اقبال صاحب ٹنکاروی دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا

درس ختم بخاری شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہ وَاَصْحَابِہ اَجْمَعِیْنَ، قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ والْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ (سورۃ یونس:۱۰)

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَلِمَتَانِ خَفِیفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ، ثَقِیلَتَانِ فِي الْمِیزَانِ، حَبِیبَتَانِ إِلَی الرَّحْمَنِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیمِ.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ والشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن.

محترم ومکرم حضرات اکابرینِ ملت، عزیز طلباء اور مہمانانِ کرام!!

اللہ پاک کا انتہائی شکر واحسان ہے کہ آج اس نے ہمیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھنے کا موقع عنایت فرمایا اور میں اس آخری حدیث کے سلسلے میں کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے جا رہا ہوں۔

محترم علماء کرام وعزیز طلباء!

آپ حضرات جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے ''**کتاب الایمان**'' سے اپنی کتاب کا آغاز فرمایا، ''**انما الاعمال بالنیات**'' کے ذریعہ سب سے پہلے ہمیں اپنی نیتوں کی تصحیح کی طرف اشارہ فرمایا اور آخر میں **کتاب التوحید** اور **باب الرد علی الجھمیه** وغیرہ ابواب ذکر فرمائے، اس آخری باب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور علم کلام کے مباحث ذکر فرمائے، معتزلہ، قدریہ، جہمیہ وغیرہ باطل فرقوں نے اللہ پاک کی صفات پر بحث کی، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''**کتاب الایمان**'' کے تحت اثباتی طور پر ایمان کی بحث ذکر کرچکے اور اب **کتاب التوحید** کے اندر منفی انداز میں ''**سبحان**'' کے لفظ سے جو آغاز فرمایا؛ اس کے ذریعہ اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو مختلف قسم کے اعتراضات پیش کرکے اور منطقی استدلال کے ذریعہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے مختلف صفات کو کتاب التوحید میں ذکر فرما کر ان کا جواب دیا ہے، آپ حضرات نے کتاب التوحید کے آخری باب میں مختلف عناوین کے ذریعہ تلاوت اور متلو کی بحث سنی ہے، درحقیقت باطل فرقوں نے اپنے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں تاویل کی، آیات متشابہات میں اپنی طرف سے تاویلات کی۔

امام بخاریؒ کا طریقۂ استدلال

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں اور خصوصا پوری کتاب میں یہ طریقہ رہا ہے کہ کتاب اللہ کی کسی آیت کو موضوع کی مناسبت سے ذکر فرماتے ہیں، اس باب میں بھی آپ کو جو عقیدہ ثابت کرنا ہے، اس کے لئے امام صاحب نے کلام پاک کی ایک آیت کو پیش کیا اور کتاب التفسیر میں قرآن کریم کی تفسیر بیان کی، جو احادیث نقل فرمائی وہ آپ کتاب التفسیر میں سن چکے ہو، بخاری شریف کے طریقہ استدلال پر گفتگو کرتے ہوئے محدثین مجتہدین فرماتے ہیں کہ امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس طریقے سے احادیث سے ترجمۃ الباب قائم فرمایا، اس طریقہ سے آیت قرآنیہ کے دقیق اشارات وتلمیحات کے ذریعہ قرآن کریم کے علوم پر آپ کو جو دسترس حاصل تھی اس کو بھی پیش فرمایا ہے۔

عزیز طلباء! جہمیہ، کرامیہ وغیرہ جتنے بھی باطل فرقے ہیں، ان کے بارے میں آپ سن چکے ہیں، میں مختصراً عرض کرتا ہوں، تلاوت اور متلو کے سلسلہ میں بخاری کا جو مستقل طریقہ رہا ہے، یہاں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا اور معتزلہ جو وزن اعمال کے منکر ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمایا کہ **وان اعمال بنی آدم و قولھم یوزن** .اس کے ذریعہ اشارہ فرمایا کہ میں اہل سنت والجماعت کے اس طبقے سے ہوں، جن کے یہاں قرآن کی اس آیت پر عمل ہوتا ہے، ''**لیس کمثلہ شیئ**''۔اللہ تعالی کی ذات عالی کا کوئی شبیہ اور مثیل نہیں ہوسکتا، ''**وللہ المثل الاعلی**''۔اللہ پاک کی صفات کے ذریعہ ہمیں اس کی معرفت حاصل ہوگی، اسی سلسلے میں وزن اعمال کی بھی جن لوگوں نے اپنی طرف سے مختلف تاویلات کی کہ اعمال تو اعراض میں سے ہے، اس کا ذاتی وجود نہیں ہے جیسے دیوار پر سفیدی ہے، ایک عارضی چیز ہے، صفات بھی ذات کے لئے ایک عارضی درجہ رکھتی ہے، قسم قسم کے اعتراضات لوگوں نے اس سلسلے میں کھڑے کیے، بخاری وان اعمال بنی آدم کے ذریعہ ہمیں بتلاتے ہیں کہ کوئی تاویل نہیں کہ صحائف اعمال کا وزن ہوگا، یا صاحب اعمال کا وزن ہوگا، **لیس کمثلہ شیء** کی بنیاد پر اللہ کی صفات عالیہ، ذاتیہ اور افعالیہ ہمارے نزدیک سلف کے طریقے پر برقرار ہے، اب آپ کو سمجھنا ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے سامنے دین کو پیش کیا، تو وہ بالکل کوڑی سلیٹ (Blank Mind) تھے اور ان پر تہذیب وکلچر (Culture) کا کوئی نام و نشان نہیں تھا، جو **نحن امۃ امیون** کے مصداق تھے، جن کے قلوب بالکل صاف تھے، بات سمجھ میں آ گئی تو مان لی اور سمجھ میں نہیں آئی تو رد کردیا، کوئی تاویلات، کوئی تشبیہات وہاں نہیں تھی،

اسی کا اثر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت دی پہلے تو مکر گئے، مگر جب ایمان میں داخل ہو گئے تو اب روئے زمین میں اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

ان سے جب یہ پوچھا گیا: **ای شهر هذا ؟ ای بلد هذا؟** تو صحابہ نے عرض کیا: **الله ورسوله اعلم**۔ یہ تھا **سمعنا و اطعنا** کا جذبہ، صحابہ کے سامنے ایسی امت کا حال تھا جنہوں نے کہا تھا **سمعنا وعصينا**۔ اسی طرح کہا تھا: **اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون**، ایک ایسی امت کا حال تھا، جس نے گائے کے بارے میں سؤالات کی بھرمار کر رکھی تھی، تو اللہ تعالی نے بھی ان پر یہ چیز سزا اور بدلہ کے طور پر مسلط کر دی، قرآن نے کہا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. کہ جب وحیِ الٰہی نازل ہو رہی ہو تو ایسے سوالات مت کرنا کہ اگر اس کے جوابات دیئے جائیں تو تم کو ناگوار گزرے، اس لیے اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو وہ ایمان عطا فرمایا جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں تھا، قرآن کی آیات نازل ہو رہی تھی اور اس کی تشریح کے طور پر احادیث کو بیان کر رہے تھے، لیکن صحابہ میں سے کسی کو کسی موقع پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوا، یہ بہت بڑا اللہ کی طرف سے انعام ہے کہ علوم قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر انسان کو اطمینان ہو جائے۔

حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ جن سے اکابر نے فیض حاصل کیا، حتیٰ کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور ایک مرتبہ عرض کیا کہ لوگ تو حضرت کے پاس روحانیت کی نسبت سے جاتے تھے، لیکن میں علم کی نسبت سے چلا جاتا تھا، ایک عجیب چیز ہے۔

حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقدیر کے مسئلے پر مجھے اطمینان ہے، یعنی کائنات میں اجتماعی طور پر، انفرادی طور پر اللہ پاک کے جو فیصلے ہیں، مجھے اس پر طمانیت قلب حاصل ہے، کبھی اس کے متعلق شک وشبہ اور اعتراض دل میں نہیں ہوتا، یہ کوئی چھوٹا موٹا کام

نہیں ہے، مجھے اور آپ کو تو کوئی معمولی چیز پیش آجائے تو اللہ پاک کی ذات پر اعتراض پیدا ہوتے ہیں، کسی وقت بچہ زندہ رہتا ہے اور ماں- باپ انتقال کر جاتے ہیں، تو ہم یہ سوچتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس بچہ کو کیوں زندہ رکھا؟ اس کی کون پرورش کرے گا؟ مگر اللہ نے اپنی صفات قرآن کریم میں جو ذکر کی ہیں، احکم الحاکمین، عزیز و غفار کی جو صفات بیان کیں، امام بخاریؒ نے ہمارے سامنے مختلف صفات ذکر کر کے ابواب ذکر کئے ہیں، اس میں یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالی کی مرضی پر راضی ہوں، اور صحابہ کی یہی وہ صفت تھی جس کی بنیاد پر اللہ تعالی نے کہا: رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ.

شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ پاک ہم سے راضی ہیں؛ اس کی کیا علامت ہے؟ حضرت نے بہت ہی خوب جواب دیا کہ تم اللہ پاک کے فیصلوں کو دیکھ لو کہ جب تمہارے حق میں اللہ کی جانب سے کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو تم اللہ پاک سے راضی ہو یا نہیں؛ اگر تم اللہ پاک سے راضی ہو تو دلیل ہے کہ اللہ بھی تم سے راضی ہے، صحابہ کو یہ مقام حاصل تھا، اسی لیے اللہ تعالی نے اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى فرمایا ہے اور اصول حدیث میں آپ سن چکے ہیں کہ روایت کے باب میں کسی کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے، (معرفت الصحابہ تو ضروری ہے کہ غیر صحابی کو ہم صحابی نہ سمجھ لیں) تو صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اس لئے ان پر جرح کا قلم نہیں چلے گا، یہ سب کیا ہے؟ اللہ پاک کی طرف سے صحابہ کی رضامندی کی علامت ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے اللہ پاک کے لئے سب کو ناراض کیا تو بطور انعام کے اللہ پاک نے ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مژدہ سنایا۔

حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول گزر چکا ہے کہ تقدیر کے مسئلے پر مجھے اطمینان ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ پر بھی مجھے اطمینان ہے، صحابہ کے آپسی اختلافات کے متعلق میرا دل پورے طور پر منشرح ہے، آج کے دور میں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اہل علم بھی یہ

نہ سمجھ پائے اور پھر سقیفہ بنوساعدہ کا حوالہ دے کر کچھ اہل علم نے حضرات شیخین پر بھی اپنا قلم چلایا، صحابہ کرام کے متعلق وسوسہ سے بھی اللہ پاک ہمیں دور فرمائیں اور اسی لئے فرمایا کہ صحابہ کرام کو تاریخ کے حوالے سے نہ پہچانا جائے، بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں پہچانا جائے، اسی طرح تقدیر کے مسئلے میں بھی صحابہ کرام کو اطمینان تھا۔

جب تک اسلام جزیرۃ العرب میں رہا، وہاں تک تو توحید اور صفات الہیہ میں کوئی اشکال نہیں ہوا، لیکن جب اسلام مشرق و مغرب دونوں طرف پھیلا، ایران اور روم، شام میں جب اسلام پہنچا تو وہاں کی تہذیب پر ان کو ناز تھا، وہ عقلیت پرست تھے، اس لئے ان کو اشکال ہوا اور اس اشکال کی وجہ میں حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کی ذات عالی کو بندوں پر قیاس کیا اور دنیا میں جس طرح کچھ بڑے لوگ ہوتے ہیں، اور ان کے ماتحت کچھ لوگ ہوتے ہیں، جو ان کا کام کاج سنبھالتے ہیں، تو بہت سی چیزوں کا چھوٹوں کو علم ہوتا ہے اور بڑوں کو علم نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: انہوں نے خالق کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی تو اشکالات پیدا ہوئے، معتزلہ مخلص تھے، مگر صحیح کتاب وسنت کا علم موجود نہیں تھا، اس لئے آج بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو مخلص ہے، مگر قرآن اور سنت کا صحیح علم ان کے پاس نہیں ہے، اس کی بنیاد پر یہ لوگ جو دوسروں کا جواب دیتے ہیں، تو پھر اشکالات جنم لیتے ہیں، معتزلہ اسی نیت کے ساتھ پڑھے ہوئے تھے، لیکن علم صحیح نہیں تھا، یہ فلاسفہ کا جواب دینے میں فلاسفہ کے کچھ باطل عقائد اور نظریات سے متاثر ہو چکے تھے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے متکلمین علماء نے مناطقہ اور معتزلہ کا جواب دیتے ہوئے علم کلام میں ایسی باتیں شامل کرلیں، جس کا تعلق اہل سنت والجماعت سے نہیں تھا، ذات وصفات کے مسئلے میں ایسے مسائل کو چھیڑا کہ جس کے اندر محدثین کا جو تسلیم ورضا والا طریقہ تھا وہ چھوٹ گیا، ایک حد تک تو اشکالات کے جوابات دینا ضروری تھا، حضرت امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تک تو محدثین خاموش رہے، لیکن جب مناطقہ اور معتزلہ کے اشکالات زیادہ ہونے لگے، تو علمائے متکلمین ان کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن ایک حد پر پہنچ کر یہ بھی فلاسفہ کے کچھ نظریات سے متاثر ہو گئے، اس لئے آپ نے شرح عقائد میں پڑھا ہوگا، **لا عین و لا غیر**؛ لیکن یہ سب علم کلام کی بحثیں ہیں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کو حضرات صوفیہ کرام نے ہی سمجھا ہے اور متکلمین خصوصا امام رازیؒ کا نام لے کر عرض کیا کہ یہ حضرات فلسفہ اور معتزلہ کی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے اس بات کی طرف چلے گئے۔

عزیز طلباء!!

اسی زمانہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علمی پروان چڑھے اور تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل میں یہ مسائل امت کے درمیان بہت کثرت سے پھیلے، امام بخاری کا چونکہ یہی زمانہ تھا، حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے **ونضع الموازین القسط** کے ضمن میں علم کلام کے مسئلہ کو ذکر کیا اور فرمایا کہ کلام کا مسئلہ یعنی کلام اللہ کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کی یہ بحث اس زمانہ میں چلی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ابتلاء میں پڑنا پڑا اور ان تمام تکالیف کو برداشت کیا، مگر ساتھ میں یہ بھی کہا کہ کوئی دلیل لاؤ تو میں کلام اللہ کے مخلوق ہونے کو تسلیم کرلوں گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ بھی حنابلہ کے ساتھ ہونے کا ہے، لیکن حنابلہ کے اندر بھی دو طرح کے لوگ تھے، ایک جماعت امام احمدؒ کے زمانہ میں جو اعتدال والا عمل تھا اس پر برقرار تھی، جبکہ کچھ لوگ حنابلہ میں سے یہ سمجھ رہے تھے کہ جو ما بین الدفتین کاغذ اور روشنائی ہے، وہ بھی غیر مخلوق ہیں، امام بخاری کو ایسے غالی حنابلہ سے بھی واسطہ پڑا، امام بخاری نے اپنی کتاب میں اور ان کے کلام میں کچھ الفاظ ایسے نکلے کہ اس کو لوگوں نے بعد میں چل کر امتحان گاہ بنایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ کا یہ مقصد نہیں تھا، وہ تو غالی حنابلہ اور دوسرے باطل فرقوں کا جواب دے رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں خوارج کا غلبہ تھا، وہ متشدد لوگ تھے کہ کسی سے گناہ سرزد ہو جائے

تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے تھے اور حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت عمرو ابن العاص، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کفر کے فتوے لگاتے تھے، گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر یہ لوگ دائرہ ایمان سے نکال رہے ہیں، تو فقہ اکبر میں امام اعظم کا یہ جملہ" ایمانی کایمان ابی بکر " سے اسی کا جواب دیا گیا ہے، نفس ایمان بسیط ہے، لیکن کیفیات، یقینیات وذوق میں زیادتی ہوسکتی ہے، اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایمان اور اعمال صالحہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، یہ اس لئے تھا کہ امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں خوارج نامی متشدد جماعت تھی، جب امام شافعی رحمہ اللہ تشریف لائے تو خوارج کا فتنہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور دوسرا فتنہ قدریہ اور جہمیہ کا آغاز ہو چکا تھا، اور کچھ لوگ وہ تھے جو اعمال کو بالکل اہمیت نہیں دیتے تھے؛ بلکہ کہتے تھے کہ زبان سے کلمہ پڑھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آکر اعمال کو ایمان کا جزء قرار دیا۔ یہ دونوں بزرگوں کی نیتیں اپنے اپنے اعتبار سے صحیح تھی، نہ افراط نہ تفریط، بلکہ جو جماعت افراط و تفریط میں مبتلا ہوتی ہے تو ایسے موقع پر اہل سنت والجماعت کو جو اعتدال پسند ہوتے ہیں، جیسے علمائے دیوبند کہ اپنے آپ کو (۱۵۰) سال سے جمائے رکھا ہے، وہ افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے، اکابرین نے ہمیں صراط مستقیم کی جو صحیح شکل بتائی ہے، ہم اسی شکل پر گامزن ہیں۔

خیر! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں باطل جماعتیں سر اٹھا رہی تھیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں تو اثباتی انداز میں توحید کو ذکر کیا ہے اور **کتاب التوحید میں الرد علی الجهمیه وغیرهم** کے ذریعہ ہمیں یہ بتلایا کہ صفات الہیہ کو ہمیں دو انداز میں جاننا ہے، اثباتی طور پر اور منفی طور پر۔

امام تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عقل کے پرستار ہیں، افلاطون، سقراط، ارسطو، تو ان لوگوں کے یہاں اللہ پاک کی نفی کی صفات یعنی اس کے اندر فلانی فلانی صفت نہیں ہے، اس کا غلبہ ہے، لیکن اللہ پاک نے اس کے مقابلے میں اثباتی صفات کو بکثرت ذکر کیا اور

اسی کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ''نفی مجمل اور اثبات مفصل'' کہا جاتا ہے، چونکہ امام بخاری نے یہاں صفات منفیہ کو ذکر کیا ہے،، یعنی اللہ پاک سے جن چیزوں کی نفی کرنی ہے، اس کو یہاں ذکر کر رہے ہیں، اس لئے لفظ ''سبحان'' کو یہاں ذکر کیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سبحان کا لفظ قرآن میں جہاں استعمال ہوا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے کسی چیز کا وہم ہوسکتا تھا، مخلوق کو اپنے وہم وگمان میں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر کوئی اشکال ہوسکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد۔ مشرکین مکہ نے واقعۂ معراج پر اشکال کیا، بہت سے لوگ آج بھی اس کے منکر ہیں، لیکن اب سائنس کی روشنی میں معراج کے سفر کو ہمارے علماء نے پیش کیا، اس کی ضرورت تو نہیں ہے، لیکن کچھ عقلی لوگ ہوتے ہیں، ان کے جوابات عقلیات سے دیئے جاسکتے ہیں، امام بخاری نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اثباتاً ونفیاً ذکر کیا ہے۔

بزرگان کرام فرماتے ہیں کہ اس کو بھی ایمان میں سمجھا جائے، لیکن پہلا ایمان ہمارا ایمان تھا، جس میں ذات اور صفات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھا گیا، لیکن کتاب التوحید میں جو ذکر کیا جاتا ہے تو یہ معتزلہ، قدریہ، جہمیہ وغیرہ جنہوں نے اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کا انکار کیا، تو یہ بتلایا کہ تمہارا ایمان تو ناقص صفات پر ہے اور ہمارا ایمان کامل صفات پر ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو صفات اثباتیہ ہیں اس کو بار بار ذکر کیا، اثبات مفصل کو ذکر کیا، مگر صفات منفیہ بھی ضروری ہے، تاکہ لوگوں کے اشکالات دور ہوسکے، جب لوگوں کو اشکال ہوسکتا تھا کہ ''لیلاً'' رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر اتنی دیر میں کیسے ہوسکتی ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا: ''سبحان'' یعنی تمہیں جو اشکال ہے: یہ مخلوق کے سلسلے میں تو ہوسکتا ہے، مگر میں تو سبحان ہوں، اسی طرح سورہ اخلاص میں اللہ نے صفت صمدیت کو ذکر کیا ہے، صمد کی تعریف ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں، صمد اس ذات کو کہا جاتا ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

اللہ پاک نے یہاں سبحان کے ذریعہ فرمایا کہ میں تمام عیوب سے پاک ہوں، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جب فرشتوں نے اپنے ناقص علم کے مطابق بارگاہ رب العزت میں ایک درخواست پیش کی تو اللہ نے وعلم آدم الاسماء کلھا فرمایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وہ تمام نام بتلادیئے تو فرشتوں نے جواب میں عرض کیا: قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا. ہمارا اپنا ذاتی کوئی علم نہیں ہے، آپ ہی کا عطا کیا ہوا علم ہے، اس لئے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کے سلسلے میں اشکال پیدا ہوتے ہیں وہاں اکثر سبحان ذکر کیا جاتا ہے۔

اس لئے امام بخاری یہاں یہ حدیث لاکر بتلارہے ہیں کہ تم کو جو اشکالات پیش آرہے ہیں وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور قہاریت کو تم نے نہیں سمجھا، اگر سمجھ لوگے اور یہ کیسے سمجھو گے؟ اللہ کے ذکر کے ذریعہ سمجھ میں آجائے گا، ذکرِ لسانی بھی ہوگا اور ذکر قلبی بھی ہوگا، ربنا ما خلقت هذا باطلا. لیکن ذکر قلبی تک پہنچنے کا ذریعہ ذکر لسانی ہی ہوگا، اس لئے صوفیائے کرام نے تسبیح کو مذکّر بتلایا ہے، ایک آدمی تسبیح لیکر گھوم رہا ہے، اس کو یہ لگ رہا ہے کہ لوگ ریاکار سمجھیں گے، مگر جب تسبیح جیب میں ہوگی تو پڑھنے کی توفیق بھی ہوگی۔

تو امام بخاری عقل کے پرستاروں کو یہ فرمارہے ہیں کہ اپنی عقل کے چوکھٹے میں سمجھنا چاہو گے تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا، معتزلہ بھی اسی بنیاد پر گمراہ ہوئے اور جہمیہ اور قدریہ بھی اسی بنیاد پر ناکام ہوئے، امام بخاریؒ سب سے پہلے قرآن کی آیت پیش کررہے ہیں، (جوان کا طریقہ کار بھی رہا ہے) اور ہم حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو اس طرف اشارہ بھی کر رہے ہیں کہ محض احادیث میں ہمارا اور تمہارا کثرتِ اشتغال تم کو کتاب اللہ سے غافل نہ کر دے، اس لئے کہ قرآن متن ہے اور احادیث اس کی شرح اور وضاحت ہے، (ان علینا

بیانہ) اس لئے کتاب اللہ کا علم جتنا پختہ ہوگا، احادیث کا علم بھی اتنا ہی زیادہ پختہ ہوگا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ایک حدیث کا پڑھنے پڑھانے والا ایسا ہو کہ وہ کتاب اللہ سے غافل نہ ہو، کتاب اللہ کی آیات کا بھی استحضار ہو کہ اس کی روشنی میں احادیث کا سمجھنا آسان ہو جائے، اور احادیث کی روشنی میں کتاب اللہ کی آیات کی اچھی طرح تفسیر کر سکیں، ونضع الموازین القسط لیوم القیامه۔ ''موازین'' جمع کا صیغہ ہے، اس پر محدثین کے مابین کلام ہوا کہ عنداللہ کتنے ترازو ہیں؟ کچھ وہ باتیں ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں، اور کچھ باتیں وہ ہیں جو صحابہ کرام نے استدلالی اور استنباطی طور پر پیش کی، اور کچھ باتیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ وغیرہ اپنی قوت اور اپنی رائے سے پیش کرتے ہیں، وزن اعمال کے سلسلہ میں ایسی بحث ذکر کرتے ہیں کہ کس کے اعمال کا وزن ہوگا، کس کے اعمال کا نہیں ہوگا، ایمان والوں کا، کفار کا، چھوٹے بچوں کا، ذراری مسلمین، ذراری کفار؛ اس طرح کی ساری بحثوں کو ذکر کرتے ہیں، کچھ باتیں وہ ہیں جن کا تعلق احادیث مبارکہ سے ہے، جیسے یہاں موازین کا لفظ ذکر کیا، فاما من ثقلت موازینه واما من خفت موازینه. لیکن محدثین نے فرمایا کہ جمع کا صیغہ تعظیم کے طور پر پیش کیا ہے۔

اور اقرا باسم ربك الذی خلق کے ذریعہ (بقول علامہ اقبال) اس طرف اشارہ کر دیا کہ جو زمانہ آئے گا وہ علم کا زمانہ ہوگا، اس لئے محدثین نے جس علم اور فن کو لیا اس کا حق ادا کیا، احادیث مبارکہ کے ساتھ مشغول ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے والے رجال کی چھان پھٹک کے لئے ایک مستقل فن ایجاد کر دیا، اسماء الرجال۔

ایک جرمنی مستشرق ہے سپرینگر (Springer) اس نے کہا کہ میرے سامنے دنیا کی تاریخ میں ایک ایسا عجوبہ ہے کہ ایسا عجوبہ کسی امت کے یہاں نہیں ہے، اور قیامت تک یعنی جب سے دنیا آباد ہے اس وقت سے لے کر آج تک کسی کے یہاں نہیں پایا گیا، انہوں نے

کہا: وہ عجوبہ یہ ہے کہ ایک شخص کی زندگی کو محفوظ کرنے کے لئے جن لوگوں نے اپنی زندگیاں کھپا دی، ان کھپانے والوں کی زندگیوں کو بھی ریکارڈ میں لیا، یعنی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایتوں کے لئے محدثین اور راویان حدیث نے جو محنت فرمائی اور احادیث ہم تک پہنچائی، ان راویوں کے سلسلہ میں ائمہ جرح وتعدیل کھڑے ہوئے، جنہوں نے ان راویوں کی زندگی کا پورا نقشہ ہمارے سامنے ایسے پیش کیا؛ کہاں پیدائش ہوئی؟ کہاں وفات ہوئی؟ کن سے علم حاصل کئے؟ ان کا عمل کیسا ہے؟ ان کی صفات کیسی ہے؟ اور جرح وتعدیل کے سلسلے میں ان کا اپنا عمل کیسا ہے؟ یہ سب محنتیں چھ لاکھ انسانوں کی زندگی کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے، یہ چھ لاکھ انسانوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث امت تک پہنچانے میں محنت کی تھیں، تو ان کی زندگیاں بھی آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے امت کے سامنے محفوظ ہوگئی، یہ جرمنی کا مستشرق کہتا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا کہیں نہیں ملے گا کہ ایک شخص کی زندگی کو محفوظ کرنے کے لئے چھ لاکھ انسان مشغول ہوئے اور اس نبی کی برکت سے ان چھ لاکھ انسانوں کی سوانحِ حیات بھی ریکارڈ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آیت کی روشنی میں موازین پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن ترازو قائم ہوں گے اور اللہ پاک کی صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی قسم کا اشکال اور اعتراض تمہارے ذہن میں نہ ہو کہ اعمال کا وزن کس طریقے سے ہوگا؟ کن کیفیتوں سے ہوگا؟ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے آیت لائے۔ **وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ**... یعنی قیامت کے دن کے لئے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں، **القسطاس العدل بالرومیه**۔ بیچ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **و ان اعمال بنی آدم و قولهم یوزن**۔ بنی آدم کے اعمال اور ان کے اقوال، یہاں **قولهم** ہے اور ایک

دوسرے نسخہ میں و اقوالھم توزن. ان کے اقوال کا بھی وزن کیا جائے گا۔

دوستو اور بزرگو!

ہمارے عوام الناس بھی تشریف لائے ہیں، میں ان سے کہوں گا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آج کے دن ہمیں اپنے اعمال کی درستگی کی طرف متوجہ کیا اور عمل کے ساتھ اقوال جمع بھی لائے اور اسی سے اشارہ کر دیا اس بات کی طرف کہ ایسا نہ ہو کہ عمل کی فکر تمہیں دامن گیر نہ ہو، عمل کا حساب کتاب تو ہوگا ہی: ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ ہماری زبان سے کوئی جملہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالی کے فرشتے، عن الیمین وعن الشمال۔ دائیں بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں، سورہ کہف میں اللہ پاک فرماتے ہیں: وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۔اس نامہ اعمال کو کیا ہو گیا کہ کوئی چھوٹی اور کوئی بڑی چیز چھوٹ نہیں پائی، اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیت کی درستگی کے بعد کتاب کے ختم پر ہمیں اشارہ کر رہے ہیں کہ اب میں نے تمہارے سامنے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو، آپ کے احوال کو اور امور نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو بخاری شریف کا اصل نام ہے، ان تمام کو میں نے تمہارے سامنے پیش کیا، اب اس کے مطابق ہمیں زندگی گزارنی ہیں اور لطیف اشارہ کیا کہ میں نے اپنی کتاب کو عقائد سے شروع کیا اور عقائد پر ختم کیا، اثباتی عقائد بھی جاننا ضروری ہے، اور منفی صفات کو بھی جاننا ضروری ہے، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۔کس صفت کی اللہ پاک سے نفی کرنا ہے، کس صفت کی نفی نہیں کرنا ہے، عقیدہ سے شروع فرمایا، عقیدہ پر ختم فرمایا، ہمیں اشارہ کیا کہ چھوٹا بچہ ہے، اس وقت بھی عقیدہ کو پختہ کیا جائے اور دنیا سے جا رہے ہو تو اس وقت بھی تمہارا عقیدہ لا الہ الا اللہ پر مضبوط اور محفوظ ہو۔

آخر کلام لا الہ الا اللہ ھو، اسی لئے میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی تھی: دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۔ کہ لوگ جنت میں آپس میں ایک دوسرے

سے جب ملاقات اور سلام کریں گے، اللہ پاک کی صفت کو ذکر کریں گے،''سبحانك'' اللہ پاک کی ذات پاک ہے اور اس کے بعد الحمدللہ نفی کی صفت کو بھی اور اثبات کی صفت کو بھی ذکر کریں گے، یہ دونوں صفات کا ذکر عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اثباتی عقائد کو جانیں، لیکن عزیز دوستو! منفی عقائد کو بھی جانیں۔ مثلاً جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی ماننا، آخری نبی ماننا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک (اس وقت جو نئی نئی شکلیں مہدی اور عیسیٰ بننے کی آرہی ہیں کہ) جتنی بھی چیزیں ہیں، منفی عقائد کو جاننا ضروری ہے، تاکہ ہم اس سے بچیں، مثبت عقائد پر عمل کرنا ہے اور منفی عقائد سے بچنا ہے، اس لئے آج امت کو ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کے اس آخری باب کے ذریعہ اس کی طرف بھی لطیف اشارہ فرمایا۔

دوسری چیز عقائد کے ساتھ عبادات کو ذکر کیا، معاملات کو ذکر کیا، معاشرت کو ذکر کیا، مخاصمت کو ذکر کیا، ہر انسان کو اپنی زندگی میں جو جو مسائل پیش آسکتے ہیں احادیث مبارکہ کی ''عبارت النص'' سے یا احادیث مبارکہ کی دلالات اور استدلالات سے جو چیزیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی پائی جارہی تھیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ابواب کی مناسبت کے ذریعہ یہ بتلایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ اور احادیثِ مبارکہ ان علینا بیانہ کے ذریعہ اللہ پاک نے اس کو مکمل فرمایا۔ اپنے نبی کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمائی اور امت میں قیامت تک ایسے مجتہدین رہیں گے، جو ہر زمانے میں آنے والے نئے مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کریں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل ثابت کر کے علماء کو اس بات کی دعوت دی کہ چودہ سو سال کے بعد بھی امت کو نئے مسائل پیش آئیں گے، آپ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ان مسائل کا استنباط کریں اور امت کو یہ بتلائیں کہ جناب نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا یہ دین تر وتازہ ہے، اس میں کبھی بھی خزاں نہیں آئے گا اور یہ ہر وقت سدا بہار رہے گا۔

ایک بڑی عمر کے بزرگ تھے، نوے سال کی عمر تھی، ان کی ایک مریدہ تھی، یہ بھی بڑی عمر کی تھی، اس عورت نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی زندگی کے آخری مرحلے میں ہیں اور میں بھی زندگی کے آخری مرحلے میں ہوں، اب میری یہ تمنا ہے کہ میں آپ کا دیدار کروں، اس بزرگ نے فرمایا: تمہاری بات صحیح ہے، تم بھی بوڑھی ہوں اور میں بھی بوڑھا ہوں، لیکن اللہ پاک کا کلام قرآن کریم یہ زندہ ہے، جوان ہے، **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم** والی جو آیات ہے وہ آج بھی اسی طریقے سے ہے جس طریقے سے اپنے نزول کے وقت تھی، اس لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دین زندہ ہے، اس کے احکام بدلتے نہیں ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دین کو یہ فرمایا کہ آپ اس بات کی کوشش کریں کہ کتاب وسنت سے مسائل کا استنباط کریں۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان السنہ کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے اس مسئلے کو ذکر کیا اور آپ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمے اس لیے قائم نہیں فرمائے ہیں کہ علماء کرام اس کو سرسری پڑھ کر گزر جائیں، بلکہ اپنے زمانہ کے جو مسائل ہیں، اس کے مستنبط کرنے کے طریقے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتلائے، یہ الگ بات ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ استدلال سے ہمیں اختلاف ہوسکتا ہے، ائمہ اربعہ میں اختلاف ہوا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ چیزوں میں ہمیں اختلاف ہوسکتا ہے اور اسی کو میں نے اپنی کتاب ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ استدلال'' میں واضح کیا ہے، لیکن استدلال کا نفس انداز جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتلایا اور یہ اشارہ کیا کہ غور وفکر کریں گے کتاب وسنت میں، تو مسائل اس سے ابلتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے، اور

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی تین جلدوں میں، جواہر الحکم عصر حاضر کے مسائل کو اس کی روشنی میں حل فرمایا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ بتلایا۔ آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اعمال اور اقوال کے وزن کے ذریعہ آخرت کی طرف ہمیں متوجہ کر رہے ہیں۔ حسن اعمال میں سب سے بڑی چیز جو کام آنے والی ہے وہ ہے حسن خلق اچھے اخلاق۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی حسن خلق کے ساتھ اپنی زندگی لوگوں کے سامنے پیش کی اور ہم علماء کرام کو بھی بتلایا کہ خشک مولوی مت بنو، حسن خلق والا بنو، انك لعلى خلق عظيم میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو، آپ کی کیفیات کو، آپ کے ذوق کو اور آپ کی وجدانیت کو بھی ہمیں لینا ہے، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائم الحزن، متفکر، بے چینی اور بے قراری لعلك باخع نفسك والی صفات میں زندگی گزاری ہے۔

''لیتفقهوا فی الدین'' کی تعریف

عزیز طلبہ آپ جا رہے ہیں، کلام اللہ کی یہ آیتیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات اشارے کر رہے ہیں کہ امت بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہے، عقائد کے اعتبار سے، اعمال کے اعتبار سے، مختلف طریقوں سے مختلف حملے ہو رہے ہیں، کوئی صبح نہیں طلوع ہوتی ہے کہ امت کے لئے ایک نیا مسئلہ لے کر نہ آتی ہو، اس وقت ایک چھوٹی سی جماعت کو دار العلوم نے تیار کیا اور لیتفقهوا فی الدین۔ اور آپ کے پاس کتاب وسنت کا علم، فقاہت کا علم ہے۔ لیتفقهوا فی الدین کی تعریف مختلف محدثین وفقہاء نے مختلف کی ہیں۔

لیکن مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ کی تعریف عصر حاضر کی روشنی میں فرمائی جو مجھے پسند آئی، آپ نے فرمایا کہ دین قیامت تک ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور لوگوں کے احوال اور افعال بدلتے رہیں گے، زمانہ تغیر پذیر ہے اور دین غیر متبدل ہے، اس میں کوئی تبدیلی آنے والے نہیں ہے، ایک غیر متغیر دین کو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ

ہونے والے احوال کو پیش نظر رکھ کر آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے، دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کو اللہ کے بندوں تک زمانہ کی کیفیات واحوال کو دیکھتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں پہنچانا ہے۔اس لئے فقاہت ایک بہت بڑی چیز ہے،قرآن کریم نے سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو ذکر فرمایا، بنیامین کے واقعہ کو نقل کیا اور وہاں فرمایا **وفوق کل ذی علم علیم**۔اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ کو اس سے پہلے والے واقعہ میں پیش کیا اور اپنے بیٹوں کو جو آپ نے نصیحت فرمائی، وہاں پر بھی ان کی تعریف فرمائی، **وانہ لذو علم لما علمناہ** یہ کیوں ہوا ہے؟ کوئی اشکال ہوسکتا ہے، اللہ پاک نے جواب دیا: **ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملك**۔ بادشاہ کی حکومت میں اور اس کے ملک میں حضرت یوسف علیہ السلام حضرت بنیامین کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے،تو اللہ پاک نے ایک غیبی نظام سے یہ انتظام فرمایا اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک عمل ہوا، جو بظاہر پسند نہ آئے، اللہ پاک نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضرت یوسف نے نہیں کہا، یہ تو ہماری طرف سے انتظام تھا۔

خیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اعمال واقوال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔اجتہاد واستنباط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں: **وقال مجاهد : القسطاس العدل بالرومیه،وزنوا بالقسطاس المستقیم**۔آیت میں ''**القسط**'' کا لفظ ہے، جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا،آپ حضرات نے بخاری شریف کے درس کے دوران بارہا مشاہدہ کیا ہوگا، جب کوئی ایک آیت آتی ہے،کوئی ایک لفظ آتا ہے، اس کی مناسبت سے کتاب اللہ میں مجرد ہو یا مزید فیہ ہو، جو جو ابواب ہوں، ان کے کلمات کتاب اللہ میں اگر کسی جگہ موجود ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو اس مناسبت سے ذکر کرتے ہیں،کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مادہ ایک ہوتا ہے،لیکن ترتیب حروف **فَعَلَ** کے بجائے دوسری ہوتی ہے،آپ جانتے ہیں کہ فاء کلمہ اور عین کلمہ میں حروف کا فرق آجاتا ہے اور معنی بدل جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں قرآن کریم کی ان آیتوں کو بھی پیش کرتے ہیں، جن میں اسی مادہ کے حروف آئے ہیں، لیکن ''ف'' اور ''ع'' کلمہ کی ترتیب بدلی ہوئی ہے، تو آپ کو اشتباہ نہ ہو اس کے لئے اس لفظ کو ذکر کرتے ہوئے اس کے معنی کو بھی فرق کرنے کے لئے ذکر کرتے ہیں، اس جگہ پر **القسطاس** لفظ کے ذریعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد کا قول نقل کر کے بتلایا، اس کا معنی عدل وانصاف ہے۔ یہ رومی زبان کا لفظ ہے۔ جب کوئی لفظ قرآن کریم میں معرب ہو کر آجائے، اور استعمال میں آنے لگے اور اللہ پاک اپنے کلام کا اس کو جزء بنائے، اب کوئی اشکال واعتراض نہیں ہے کہ ایک طرف کتاب اللہ میں فرمایا: **لسان عربی مبین**۔ اور یہاں عجمی لفظ ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو تین جگہ پر اشارے کیے ہیں، جہاں جہاں لفظ آیا ہے خاص کر کتاب التفسیر میں کہ یہ لفظ فلاں زبان کا، یہ حبشی زبان کا ہے، **انه حوبا کبیرا**۔ وہاں بتلایا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے تو قرآن کریم میں معرب ہو کر استعمال ہوا اور کثرت استعمال نے اس کو عربی مبین کا جزء بنادیا، تو اب اس پر کوئی اشکال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آگے فرماتے ہیں: **القسط مصدر المقسط وهو العادل**۔ اس پر اشکال ہے لیکن کبھی کبھار اصطلاحات کا فرق ہوتا ہے، ایک اصطلاح ہمارے زمانہ میں ہوتی ہے، آج علم الصرف والنحو ہمارے سامنے منقح ہو کر آچکا ہے، اور جب فن ابتدائی مرحلے میں ہوتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ یہ فنون کی ترتیب وتدریج کا زمانہ ہے، تکمیل ہو رہی ہے، لیکن ابھی تدریجی مرحلے سے گزرنا ہے، اصول فقہ بھی تدریجی مرحلے میں تھا، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اصطلاح استعمال کرے؛ ضروری نہیں ہے کہ ہمارے اصولیین کے یہاں بھی اصطلاحیں وہی مراد ہوں، مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبیدہ سے جو جو کلمات لئے، ان کی کتاب کا نام مجاز القرآن ہے، لیکن مجاز بلاغت کی اصطلاح ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نے مجاز القران سے جو الفاظ لئے اور ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام مجاز رکھا، وہاں معنی مراد ہے، وہاں مجازی معنی مراد نہیں ہے، نفس معنی مراد ہے۔

خیر! یہاں پر بھی القسط مصدر المقسط کہ **قسط** یہ **مقسط** کا مصدر ہے، مقسط اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ باب افعال سے ہے اور باب افعال کا مصدر کیسے ہوسکتا ہے؟ بہت سارے جوابات محدثین نے نحوی وصرفی اعتبار سے دیئے ہیں، اس کا جواب ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مصدر سے اگر یہاں مطلق جائے صدور مراد لیا جائے، مجرد کا مادہ مراد لیا جائے تو پھر کوئی اشکال اور اعتراض نہیں ہے، اس لئے کہ جو اشکال اور اعتراض مجھے اور آپ کو پیش آرہا ہے، کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش نہیں آیا ہوگا؟ پھر انہوں نے اس لفظ کو یہاں پیش کیا، مجاہد کے قول کے مطابق نقل میں پیش کیا اور ''یقال'' کے ذریعہ معروف کے صیغے سے نہیں، مجھول کے صیغے سے اس کو ذکر کیا، تو ان کے نزدیک ضعیف ہوسکتا ہے یا یہ کہ پھر محدثین نے جو جوابات دیئے ہیں کہ باب افعال میں ہمزہ صیرورۃ کے لیے بھی آتا ہے، سلب ماخذ کے لئے بھی آتا ہے، قِسط کسرہ کے ساتھ بھی ہے اور قَسط قاف کے فتح کے ساتھ بھی ہے، یہ ساری اس قسم کی بحثیں ہیں، جو آپ ابتدائی درجات میں سن چکے ہیں۔

آگے ہے: **اما القاسط فھو الجائر**۔ ایک ہی لفظ ہے لیکن متضاد ہے، حضرات علماء لغت نے بہت سی ایسی کتابیں تیار کی ہیں جس میں عربی زبان میں ایک ہی لفظ متضاد معنی پر دلالت کرتا ہے، اس کو ذکر کیا ہے، اسی میں سے اس لفظ کو ذکر کیا ہے، باب افعال میں آئے تو الگ معنی ہوتا ہے اور مجرد میں آئے تو الگ معنی۔ اشارہ کیا جارہا ہے کہ ہم طلبہ عزیز کو ابتدائی درجات میں نحو صرف میں پختگی حاصل کرنا ضروری ہے اور فصول اکبری یا خاصیاتِ ابواب کو بھی پڑھنا ضروری ہے، تو امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عبارتیں سمجھ میں آئے گی، علم بلاغت سے بھی ہم لوگ دور ہوتے جارہے ہیں، قرآن وحدیث سمجھنے کا تبھی مزہ آئے گا، جبکہ یہ سارے علوم

ہمارے سامنے مستحضر ہوں۔

آگے روایت ذکر کی، **کلمتان حبیبتان الی الرحمن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں تین جگہ پر لائے ہیں اور تینوں جگہ پر الگ الگ راویوں سے لائے، اَشکاب یا اِشکاب جوراوی ہیں، ان سے یہ روایت اخیر میں سنی ہے، اس لئے اس کتاب کے آخر میں اس روایت کو لائے، کتاب الایمان والنذور اور دعوات میں دوسرے دو راویوں سے ذکر کی، وہاں گفتگو دوسری تھی، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو الگ الگ طریقوں سے اپنے اساتذہ کرام سے لیا ہے، اس جگہ پر جو ترتیب ذکر کی، ''**حبیبتان الی الرحمان**'' یہاں پہلے لائے اور ''**ثقیلتان فی المیزان**'' کو اخیر میں لائے، اور دوسری روایت سے جو روایت نقل کی بخاری شریف ہی میں وہاں ''**ثقیلتان فی المیزان**'' کو پہلے لائے، لیکن یہاں چونکہ **و نضع الموازین القسط**۔ وزن اعمال سے مناسبت تھی، اس لئے اس روایت کو لائے، جو اپنے استادوں سے انہوں نے آخر میں سنی تھی۔ نعوذ باللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں کیا کہ روایت کی ترتیب بدل دی، جو ترتیب اپنے اساتذہ سے سنی ہے، اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا، اس لئے ہمارے طلبہ عزیز سمجھیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایتوں کو لینے میں جو پریشانیاں اٹھائی ہیں، جو تکالیف برداشت کی ہیں اور خاص کر کے حدیث معنعن ہمارے سامنے ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد یا تو اسی باب یا دوسرے باب میں لطیف اشارہ کر دیتے ہیں کہ حدیث اگرچہ معنعن ہے، لیکن میرا سماع اس روایت میں اپنے استاذ سے ثابت ہے، اس کے لئے محنتیں کی ہے، پھر اس کے بعد ترتیب دی، یہاں پر بھی اپنے مختلف اساتذہ سے اس روایت کو سنا ہے، تو **کلمتان حبیبتان الی الرحمن**۔ ایک تو **کلمتان**۔ ہمارے عزیز طلباء جانتے ہیں کلمہ اور کلام؛ کلمہ کی ایک تعریف تو جو آپ نحو کے

ابتدائی درجات میں پڑھتے ہیں، لیکن ابن ہشام نے ''شرح شذور الذہب'' میں کلمہ کی ایک دوسری تشریح بھی کی ہے: كلا انها كلمة هو قائلها۔ یہ کلمہ ہے جس کے یہ قائل ہیں، اسی طریقہ سے قرآن کریم میں دوسری جگہ پر اللہ پاک نے کلمہ کا لفظ ذکر کیا ہے،: وتمت كلمة ربك۔ اور وہ کلام ہے، اس لئے کوئی اشکال نہ کیا جائے۔

حبيبتان الى الرحمان۔ رحمان کا جو لفظ لائے ہیں، اللہ پاک کی صفت رحمت کو ذکر کرنا ہے، مجھے اور آپ کو جو علم ملا ہے: الرحمن، علم القرآن۔ تخلیق کے ذکر میں صرف لفظ رب کو ذکر کیا اقرا باسم ربك الذى خلق۔ علم کے ذکر میں صفر اکرمیت کو ذکر کیا اور فرمایا: اقرا وربك الاكرم الذى علم بالقلم۔ اور مجھے اور آپ کو جو علم ملا ہے، یہ اکرمیت اور رحمانیت ہے، اس لیے اس سے تکبر نہ کیا جائے، یہ علم میرا آپ کا ذاتی علم نہیں ہے، اللہ پاک کا دیا ہوا ہے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم اہل علم کے لئے بہت عجیب جملہ فرمایا کہ میں اور آپ چاہیں بخاری شریف پڑھیں، چاہیں فتح الباری پڑھیں، یا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مفاتيح الغيب'' پڑھیں، جتنی کتابیں پڑھیں گے، یہ قاعدہ بغدادی کا تکرار ہے، حضرت فرماتے ہیں: الف سے لے کر یاء تک مکتب میں جو بچہ پڑھ رہا ہے، انہی حروف کی شکل میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم کوئی فخر نہ کریں، یہ جو کچھ مجھے اور آپ کو ملا ہے یہ اس کی شان رحیمی ہے، وسعت رحمتی كل شيئ اس لئے اللہ تعالی کے بندوں کو رحمن کی صفت سے متصف ہو کر اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے، آپ فارغ ہو کر جا رہے ہیں، عوام الناس کی طرف سے آپ کو تکالیف برداشت کرنی پڑے گی، آپ کو شان رحمانیت سے رہنا ہے، اللہ کی صفت سے تخلق کرنا ہے اور لوگوں پر رحمت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کی صفت رحمانیت کو ذکر کرتے ہیں۔ فعیل کا وزن دونوں کے معنی ادا کرتا ہے اور **خفيفتان على اللسان۔** زبان پر ہلکے ہوتے ہیں۔ **ثقيلتان فى الميزان:** ترازو

میں بہت بھاری ہیں، **سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم**۔ یہ کلمہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر لائے اور دوسری جگہ اس سے پہلے پیش کیا، وہاں پر حمد کو مؤخر کیا اور یہاں ایک طرف وزن بھی تھا اور ساتھ میں اللہ پاک کے نام پر کتاب کو ختم کرنا تھا، حمد پر ختم نہیں کرنا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اخیر میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالی کی صفات کو سمجھنے کے لئے عقلی گھوڑے نہ دوڑائے جائیں، اس کے لئے ذکر اللہ، تعلق مع اللہ ضروری ہوگا۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی اشکال نہ ہو کہ جتنا علم آدمی میں پختہ ہوتا ہے، عمل پختہ ہوتا ہے، عقیدہ میں پختگی ہوتی ہے، صحابہ کرام والی صفت حاصل ہوتی ہے۔

عزیز طلباء! اخیر میں شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ کہہ کر بات ختم کرتا ہوں، حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر علم کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ انجینئرنگ کی اپنی ایک خاصیت، ڈاکٹری کا علم، اس کی اپنی ایک خاصیت اور اس طریقے سے دنیوی جتنے علوم ہیں، ہر ایک کی اپنی خاصیات ہے، علم حدیث کی کیا خاصیت ہے؟

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس علم کے ذریعے شان صحابیت حاصل ہوتی ہے، صحابہ کرام کی شان صبح سے لے کر شام تک کیا تھی؟ دربار نبوی میں جا کر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال کو دیکھنا، سننا اور اپنی زندگیوں میں اس کو اتارنا، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **اهل حديث هم اهل النبى** کہ حدیث کے علم والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ہیں، گھر والے ہیں، ان کے نفس اور ان کی ذات تو حضور کے ساتھ نہیں تھی، لیکن ان کے سانس حدیث نبوی میں گزرتے تھے، اس لئے حدیث نبوی میں ہمارے دین کو محفوظ رکھنا ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب بدل گئے، مگر دین اسلام کیوں نہیں بدلا؟ ایک طرف کتاب اللہ کی حفاظت کی گارنٹی کی ذمہ داری اللہ پاک نے لی اور دوسری طرف اسی کے ضمن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ امت کے پاس محفوظ شکل میں

رہی، اس لئے امت اس کی محفوظیت کی بنیاد پر گمراہ نہیں ہوسکتی، صاف اور شفاف چشمہ ہمارے پاس موجود ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے کتاب وسنت کا صاف شفاف چشمہ عطا فرمایا تھا، مامون الرشید کو اللہ پاک معاف نہیں کریں گے کہ اس نے کتاب وسنت کے صاف اور شفاف چشمہ میں منطق اور فلسفہ کا گدلا پانی شامل کردیا، اس لئے آپ کو یہ جو کتاب وسنت کا علم دیا گیا، اسی میں زندگی ہے، قرآن کریم کی آیت میں اللہ پاک نے فرمایا: تمہارے اوپر اللہ کی وحی نازل ہورہی ہے، جس میں تمہارے لئے حیات ہے۔

عزیز طلباء!

اللہ پاک ہمارے سننے سنانے کو قبول فرمائے اور ہمیں اس کتاب پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، زندگی بھر ہمیں اس کتاب سے وابستہ فرمائے، اللہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ختم بخاری شریف (۱۴۳۹ھ)

ختم بخاری شریف بمقام: دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات الہند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ و الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين

محترم ومکرم حضرات مشائخین عظام، علمائے کرام، مہمانان عظام اور عزیز طلبہ!

ہمارے عزیز طلبہ آٹھ بجے سے بیٹھے ہیں، یقیناً تھکے ہارے ہیں اور وقت بھی بہت زیادہ ہو چکا ہے، میں زیادہ تفصیلی گفتگو نہیں کروں گا، بخاری شریف کے ختم کے موقع پر اکثر باطل فرقوں کے نام لیے جاتے ہیں، کرامیہ، جہمیہ، اور معتزلہ وغیرہ جیسے کہ حضرت نے بہت ساروں کے نام لیے، ہمارے بیچارے بہت سارے عوام ان فتنوں کو اور اس قسم کے نظریات رکھنے والوں کو جانتے نہیں ہیں، وہ بیچارے بہت سی مرتبہ سوال کرتے ہیں کہ بخاری شریف کے ختم پر یہ چیزیں کیا ذکر کی جاتی ہے، میں ہمارے آنے والے ان مہمانوں کی نسبت سے مختصر سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے اخیر میں ''کتاب التوحید اور الرد علی الجهمیه وغیرهم'' جو فرمایا؛ امام بخاری نے یہاں دو قسم کے فرقوں پر گفتگو کی

ہے(۱)ایک تو وہ لوگ جو عقل پرست ہیں، اس کی تھوڑی سی ہلکی سی تعریف ہمارے عوام کو بلکہ ہمارے طلبہ عزیز کو بھی جاننا ضروری ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی، کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے امت مالا مال ہوئی، لیکن دوسری صدی ہجری میں ایکسو سینتیس ہجری میں (۱۳۷ھ) منصور اور پھر اس کے بعد مامون الرشید کے زمانے میں اس نے یہ اعلان کیا کہ عجمی لوگوں اور یونانی فلسفے کی جتنی کتابیں ہیں، جو یونانی زبان میں ہے، اس کا عربی زبان میں ترجمہ کروایا جائے۔

حضرت حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک مامون الرشید کو معاف نہیں کریں گے کہ کتاب وسنت کا صاف شفاف چشمہ جاری تھا اور اس میں اس نے منطق اور فلسفے کا گدلہ پانی شامل کر دیا، مامون الرشید نے دنیا کے اس وقت کے جو فیلوسوفر تھے -- بھوت تک شاستر -- جاننے والے لوگ تھے، ان کی کتابوں کا ترجمہ کروایا۔ اس میں بھی دو قسم کے فلسفی لوگ تھے (۱) ایک تو ارستو ہے جو انتہائی باطل پرست، اللہ پاک کے وجود کا منکر تھا۔ (۲) اور دوسرے اس سے پہلے کے فلاسفہ تھے، جن کو تاریخ میں سقراط، بقراط، افلاطون اور فیسا گورس کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، یہ وہ لوگ تھے جن کا انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام سے تعلق تھا، اس لئے افلاطون اور فیسا گورس کے عقیدوں میں گڑ بڑ نہیں آئی، یہ لوگ ملک شام سے قریب میں رہتے تھے اور یہ لوگ حضرت حکیم لقمان، حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے شاگردوں کے پاس توحید کا سبق سیکھتے تھے، لیکن بدقسمتی ہے کہ عالم اسلام میں جن فلسفی لوگوں کے یونانی نظریات کو داخل کیا گیا۔ یہ ہے ارستو۔ یہ شام سے بہت دور یونان (یورپ) میں رہتا تھا اور پھر اس کے جو ترجمے اسلام میں کئے گئے، یہ عیسائیوں کے نستوری فرقے نے کئے، اس لئے ایک ساتھ ایسے لوگ جمع ہو گئے جو اللہ پاک کی توحید کے منکر تھے، ایسے ماحول میں حضرت امام بخاریؒ تشریف لائے اور ان لوگوں نے اسلامی عقائد میں غلط قسم کے اعتراضات کئے، جیسا کہ آپ

سن چکے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں جہم ابن صفوان آیا، امام ابوحنیفہؒ کو اس کے عقائد معلوم تھے، آپ نے فرمایا: أخرج عني. میرے پاس سے نکل جا، اے کافر! تو میرے پاس سے نکل جا، تیرے عقائد اہل سنت کے عقائد بلکہ مسلمانوں کے عقائد نہیں، جہمیہ معتزلہ یہ سب ان فلسفیانہ عقائد سے متأثر تھے، جس میں اللہ پاک کی صفات کا انکار ہو۔

عزیز طلبہ اور ایمان والے بھائیو! یہ تو اس زمانے میں تھا، ہمارا آج کا زمانہ یورپی تہذیب اور کلچر، اس میں بھی یہی سائنٹسٹ لوگ ہیں جو ارستو کے عقائد کو مانتے ہیں، انہوں نے اللہ پاک کے وجود کا انکار کیا۔ سائنس کی دنیا میں سائنس کے طلباء کو پہلے یہ پڑھایا جاتا ہے کہ دنیا میں کس نے ان چیزوں کو پیدا کیا، کوئی ان چیزوں کا نظام چلا رہا ہے، ان سب کو مانے بغیر سائنس کی دنیا میں مخلع بالطبع سب سے الگ ہو کر یہ سوچنا ہے کہ دنیا کیسے وجود میں آئی۔ نعوذ باللہ اس کا کوئی خالق اور مالک نہیں ہے، اس طریقے کے نظریات آج بھی (اسی ارستو کے) پائے جاتے ہیں، اس لئے ہمارے علمائے کرام معتزلہ اور اس کے عقائد و نظریات کو ذکر کرتے ہیں۔

آج موڈرن سائنس کی دنیا میں بھی اس نظریات کے لوگ اس قسم کا اعتراض اور اشکال کرتے ہیں، ان کے جواب کے لئے کتاب وسنت کی طرف توجہ دی جائے، ان نظریات میں اس لئے فرق آیا کہ ارستو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ناواقف تھا، وہ تو آپ سے پہلے تھا، لیکن افسوس عالم اسلام میں جن مسلمان سائنسدانوں نے اور جن مسلمان فلسفیوں نے کلام کیا؛ اس میں سب سے پہلا نام فارابی کا آتا ہے، پھر ابن سینا کا آتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رسالت کو نہیں سمجھے۔ ابن سینا جیسا حافظ قرآن لیکن اس نے نبوت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ نبوت بھی عقل کی ایک ترقی کا مرتبہ ہے-نعوذ باللہ- اللہ پاک کی طرف سے دی ہوئی نہیں ہوتی ہے، بلکہ انسان اپنے نفس پر محنت کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر آدمی کو نبوت ملتی ہے، یہ ایسے مسلمان فلسفی تھے اور یہ ان کے شاگرد معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ ہیں اور انہوں نے اس

طرح کے اشکال کئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے قرآن کی آیات پیش کر کے بتلایا، اگر ان باریک نظریات کے پیچھے رہوگے تو تم کو کبھی بھی اللہ پاک کی ذات وصفات کا علم نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنی صفات کو اتنی تفصیل سے ذکر فرمایا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھ کر اور سمجھ کر کوئی آدمی چاہے کچھ نہ بنے، لیکن کم سے کم وہ مشرک نہیں بن سکتا۔ اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب میں ان صفات کو ذکر کیا، اپنی ذات کی بلندی، اپنی کبریائی، اپنی قدرت اور طاقت کو، اپنی سلطنت کو جو اللہ پاک نے ذکر فرمایا، اپنی شان حکیمی وکریمی حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کے ان اخیری ابواب میں اللہ پاک کی ایک ایک صفت کو ذکر فرمایا۔

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان معتزلہ کے جواب کے لئے ہم علمائے متکلمین نے جس طریقے کو اپنایا، اس میں ہم بھی کچھ فلسفیانہ نظریات کے قائل ہوگئے، جب کہ میرے سامنے اللہ پاک کی یہ آیت تھی -لیس کمثله شيء- مجھے اس آیت پر عمل کرنا چاہیے تھا اور جو کچھ باتیں ہم نے لکھیں ان باتوں سے ایک بھی کافر اور ایک بھی بدایمان اللہ پاک کی توفیق سے مؤمن نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ سب فلسفیانہ گفتگو تھی اور ایمان کے لئے قلبی واردات چاہیے۔ اور امام رازیؒ نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام نے اسی طریقے کو اپنایا تھا، قرآن اور حدیث۔ ہرقل کے دربار میں گئے ہوں، چاہے رستم کے دربار میں پہنچے ہوں، صحابہ کرام نے جو الفاظ استعمال کیے؛ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ ایمان کا تعلق ان عقلی دلیلوں سے نہیں ہے، ایمان کا تعلق اعمال سے ہے اور قرآن وحدیث سے ہے۔

دوستو اور بزرگو!

اس کے ساتھ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اہل سنت والجماعت کے ایک فرقہ پر بھی ایک چھوٹی سی چیز پر رد فرمایا، آپ نے کلام کے مسائل کو ذکر کیا، اخیری ابواب میں، اور اس

کے ساتھ ساتھ تلاوت اور متلو کے مسئلے کو ذکر فرمایا، جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو ایک تو ہماری زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں اور ایک وہ ہے جو اللہ کا کلام ہے، اس کو متلو کہا جاتا ہے، حنبلی مسلک کے کچھ لوگوں نے حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کے مسلک کو نہیں سمجھا اور انہوں نے یہ گڑبڑ کی۔ معتزلہ نے تو یہ کہا کہ -نعوذ باللہ- یہ قرآن اللہ پاک کی مخلوق ہے۔ کلام اللہ غیر مخلوق کے عقیدے کو ہی رد کر دیا تو اہل سنت والجماعت میں سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہوا جس نے یہ کہا کہ صرف یہ کلام ہی قرآن نہیں؛ یہ کاغذ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ روشنائی بھی -نعوذ باللہ- اللہ کا کلام ہے، یہ دفتین ہیں وہ بھی اللہ تعالی کا کلام ہے۔ امام بخاریؒ ایسے غالی حنابلہ کا جواب دینے کے لئے پچھلے کئی ابواب میں ان کا رد کر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کو بھی اعتدال سے رہنا چاہیے۔

دوستو اور بزرگو!

یہ ہمارے علمائے کرام کے لئے امام بخاریؒ نے ایک بڑی نصیحت کی چیز چھوڑی ہے کہ اگر غیر اہل سنت والجماعت کے لوگ کوئی چیز کرتے ہیں تو ان کا ہمیں جواب دینا ہے، تو کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اہل سنت والجماعت میں بھی کسی عقیدے میں کوئی افراط میں مبتلا ہوتا ہے، کوئی تفریط میں مبتلا ہوتا ہے، کوئی غلو میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے موقع پر اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ چاہے اہل سنت والجماعت میں سے ہیں، لیکن ایسے ہی باطل فرقے وجود میں آئے کہ ان میں آہستہ آہستہ بگاڑ پیدا ہوتا گیا۔

امام بخاریؒ کو پالا پڑا ہے اپنے زمانے کے غالی حنابلہ سے، امام احمد ابن حنبلؒ کو پالا پڑا اپنے زمانے کے معتزلیوں سے اور عباسی خلفاء سے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید اللہ پاک کا کلام ہے، غیر مخلوق آپ نے اللہ پاک کی نسبت بتلانے کے لئے فرمایا، تو دوسری طرف امام احمدؒ کے متبعین میں بعد میں کچھ حضرات ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اس طریقے میں غلو کیا، امام

بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان کو جواب دے کر یہ بتلایا کہ جب بھی کوئی فرقہ غلو کی حد تک کسی مسئلہ میں پہنچ جائے تو حضرات علمائے کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ راہ اعتدال پر ان کو لایا جائے۔

آپ کے سامنے میں نے کلام پاک کی ایک آیت کی تلاوت کی: دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

امام بخاریؒ نے ایک چیز تو یہ ذکر فرمادی کہ نیت کا استحضار کریں، اللہ کی رضامندی کے لئے کوئی بھی عمل کیا جائے، اللہ پاک کے یہاں نہایت مقبول ہوتا ہے۔

دوسرے نمبر پر امام بخاریؒ نے ونضع الموازین القسط کے ذریعے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی درست کرنے کا اشارہ فرمایا، بتلایا کہ کل قیامت کے دن وزن اعمال ہوگا۔

دوستو اور بزرگو!

ایسا نہ ہو کہ علمی بحثوں میں الجھ کر ہم اپنے نفس کا استحضار اس طرح سے نہ کریں جیسا کہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں نے کیا۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اللہ تعالی نے آخرت کی یاددہانی کروائی ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مختلف آیتیں ہیں، اللہ پاک نے ہم کو غفلت دور کرنے کے لئے، اپنی طرف متوجہ ہونے کے لئے اس میں تنبیہ فرمائی ہے، انسان اپنے آپ کو وزن اعمال کی بنیاد پر ہر چیز میں درست کرلیں، میں کسی پر ظلم کرنا چاہوں تو مجھے یہ آیت یاد آئے گی، ونضع الموازین القسط کہ ایک دن مجھے اللہ کے یہاں حساب دینا ہے، میں کسی کا مال چھین لوں گا، مجھے استحضار ہوگا کہ اللہ تبارک تعالی کو مجھے ان چیزوں کا جواب دینا ہے، لایزال قدم ابن آدم، ابن آدم کا قدم آگے نہیں بڑھے گا جب تک کہ اس سے چند چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے۔ سینگ والی بکری اور بے سینگ بکری کا جب حساب ہوگا پل صراط سے پہلے پہلے تو ہمارا حساب تو اس سے زیادہ ہوگا۔ اللہ تبارک تعالی فرماتے ہیں۔ یعلم خائنۃ الأعین وما تخفی الصدور وہ ہماری آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتے ہیں، دلوں میں جو گناہ کے جذبات ہوتے ہیں اس کو بھی

اللہ پاک جانتے ہیں، اس لئے امام بخاریؒ نے دوسرے نمبر پر ہمیں وزن اعمال کی طرف متوجہ کیا۔

تیسری چیز: **سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم** کے ذریعے امام بخاریؒ نے ہمیں یہ بتلایا کہ اللہ پاک کا ذکر، اللہ تعالی کی یاد اور آدمی جتنا زیادہ اپنے آپ کو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کرے گا دنیا کے مسائل اور پریشانیاں اس کی وہیں سے حل ہوگیں، اللہ پاک کی عظمت اور کبریائی بار بار بتلائی جائے۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے آیت پڑھی اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ پاک فرماتے ہیں: **ولقد نعلم أنك يضيق صدرك بما يقولون فسبح بحمد ربك** اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ یہ مشرکین اور اللہ کے دشمن ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے آپ کو تکلیف اور اذیت ہوتی ہے، ہم جانتے ہیں اس کا علاج کیا ہے؟ **فسبح بسم ربك** اپنے اللہ کی تسبیح بیان کرو اور اپنے اللہ کو یاد کیجئے، اس کی حمد بیان کیجئے۔ ایک اور آیت میں بھی فرمایا: **واصبر علی ما يقولون وسبح**۔ جو یہ لوگ آپ کو تکلیف پہنچاتے ہیں اس پر آپ صبر کیجئے اور اللہ پاک کی تسبیح وتحمید بیان کیجئے۔

امام بخاریؒ ہمیں آخری پیغام دیتے ہیں، اپنی زندگی کے ہر مسئلے کو حل کرنا ہے تو اپنے آپ کو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کیجیے۔ نمازوں کے بعد حدیث شریف میں جو تلقین ہے اور اگر کسی شیخ وقت سے آپ منسلک ہیں تو انہوں نے آپ کو جو ذکر واوراد کے طریقے اور جو اصول و آداب بتلائے ہیں، اس کی طرف متوجہ ہوئیے، اور اس کے علاوہ سب سے بڑا ذکر اللہ پاک کا کلام ہے، قرآن کریم ہے، امت قرآن کریم سے غافل ہو چکی ہے، بلکہ افسوس ہے کہ اہل علم میں بھی تلاوت کی مقدار اتنی نہیں ہوتی ہے جو اہل علم کی ہونی چاہیے، اس لئے سب سے پہلے ہم قرآن کریم کی تلاوت والے ذکر والے بنیں، اللہ تبارک تعالی ہمارے اس بیٹھنے کو قبول فرمائے اور اللہ تعالی امام بخاریؒ کی روح کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین یارب العالمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ختم بخاری شریف (۱۴۴۰ھ)

ختم بخاری شریف بمقام: دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات الہند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ و الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ .

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیْمِ

لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلیٰ ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ و الشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن.

محترم ومکرم حضرات علمائے کرام ومشائخین عظام، طلبائے عزیز اور مہمانانِ گرامی !!

اللہ تبارک وتعالی کا شکر اور احسان ہے کہ آج اس نے ہمیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کے آخری درس میں حاضری دینے کی سعادت عطا فرمائی، یقیناً روئے زمین پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ ہم سب کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہے، قرآن کریم کی تفسیر قولی طور پر عملی طور پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمائی، اس کو احادیثِ مبارکہ کہا جاتا ہے۔

دوستو اور بزرگو!

پہلی چیز یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

احادیث مبارکہ کو بڑی محنت سے جمع کر کے ہم تک پہنچایا، یہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی چلتی پھرتی احادیث مبارکہ میں ہمیں نظر آتی ہے، اس لئے احادیثِ مبارکہ اسلامی شریعت میں قرآن کریم کے بعد دین کا اسٹرکچر (STRUCTURE) اور وہ ڈھانچہ ہے جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہے، دنیا کے کسی اور مذہب والوں کے پاس یہ چیز نہیں ہے، اگر کوئی یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر عمل کرنا چاہے، تب بھی اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کے متعلق کوئی مواد نہیں ہے، سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر کوئی عمل کرنا چاہے تو بھی اس کے لئے صحیح طور پر علم موجود نہیں ہے۔

ایک بہت بڑا عیسائی پادری یہ لکھ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری زندگی کے احوال میں نے جمع کئے، آپ کی زندگی کا میرے پاس پچاس دن سے زیادہ کا کوئی مواد نہیں ہے اور وہ بھی یقینی طریقہ وذرائع سے میرے پاس نہیں ہے، ہمارے پاس احادیث مبارکہ کی شکل میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی مجلس کو لیکر فرمایا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور وعظ فرما رہے ہیں اور جب جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی پر گفتگو ہوئی تو سیدھے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں: الا وقول الزور۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی شکل، اس لفظ کو ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیفیت ہے؟ صحابہ کرام نے اس کو بھی محفوظ کر کے ہم تک پہنچا دیا۔

صحابہ کرام نے عرفات کے میدان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آہ وزاری کی کیفیات کو اور ان کلمات کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کے جذبات اور احساسات کو ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا، یہ عمل کرنے کے لئے اتنی آسان چیز ہے کہ ایک مومن اور مسلمان بلکہ دنیا کا کوئی بھی انسان اپنی زندگی کو جناب نبی اکرم ﷺ کے عمل کے مطابق

گزارنا چاہتا ہے جس کا حکم بھی اللہ پاک نے فرما دیا: لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة. تو اللہ پاک کے رسول کے اسوۂ حسنہ کو ہم تک محفوظ شکل میں پہنچانے کا انتظام اللہ پاک نے ہمارے لئے کر دیا، جب ان کی اقتداء کی جارہی ہے تو یقیناً ان کی زندگی ہمارے سامنے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا چولہا نہیں جل رہا ہے، کس کیفیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو نقل فرما رہی ہیں، ہمارے سامنے کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ اپنے قصے کو نقل کر کے اپنی توبہ کی کیفیت، انابت اور آہ وزاری اللہ تبارک وتعالی کے سامنے کیسے جانا چاہیے اور کن کن کیفیتوں کے ساتھ اللہ کے رسول کی مجلس میں حاضر ہوئے ان چیزوں کو نقل کر گئے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ چیزیں بتلائیں، اس لئے احادیث مبارکہ یہ امت کے لئے اللہ پاک کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ، آپ کے اقوال اور افعال کو (اللہ پاک جزائے خیر دے ان محدثین عظام کو) انہوں نے کیسی کیسی محنتیں کر کے ہم تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بالکل کھول کر رکھ دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں جو آخری باب قائم کیا وہ کتاب التوحید ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کی جن صفات کو ذکر فرمایا، قرآن کریم میں اللہ پاک نے جن صفات کو ذکر فرمایا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید سے لے کر آخری باب جو آپ کے سامنے پڑھا گیا، اللہ پاک کی صفات کو ذکر کیا اور ہر زمانہ میں جو لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالی کی ذات اور صفات پر اشکال پیدا ہوا، اس کا جواب میں نے آپ حضرات کے سامنے کلام پاک کی آیت کریمہ تلاوت کی، اس میں اللہ تعالی نے فرما دیا: لیس کمثله شیئ، ''اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے''، اس لئے اس کا تصور، اس کی صفات کا تصور انسان کر نہیں سکتا ہے، ہمارے علمائے متکلمین نے بہت محنت کی اور مختلف طریقے سے جواب دیے، اسی میں سے

ایک جواب ''لا عین و لا غیر '' شرح عقائد میں ہمارے طلبائے عزیز پڑھ چکے ہیں، صفات کے بیان میں یہ چیزیں آتی ہیں، لیکن حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ساری تحقیقات کے بعد جب میں صوفیائے کرام کے مذہب کی طرف گیا اور میں نے دیکھا کہ حضرات صوفیائے کرام نے اس مسئلہ کو جس طریقے سے حل کیا ہے، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب مسئلہ تقدیر میں تقدیر کے مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ علم کلام سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا، یہ حضرات صوفیاء کی نسبت سے حل ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں ہمیں جو کلمہ دیا: **سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم**۔ اس کے ذریعے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ معتزلہ کو اور ہر زمانے کے جو عقل پرست ہیں ان کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ جب تک تمہارے قلب میں اللہ پاک کی عظمت نہیں ہوگی، اللہ پاک کی ذات کو جب تک پاک نہیں مانو گے، قرآن پاک میں اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے واقعے کو ذکر فرمایا، اور ابتداء ہی فرمائی: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام سے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سبحان'' ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جس کے آگے مخلوق عاجز ہو، اس کام کو مخلوق کر ہی نہ سکے، بلکہ مخلوق اس کا تصور بھی نہ کر سکے، ایسا کام کرنے والی ذات کو سبحان کہا جاتا ہے، رات کے تھوڑے سے حصہ میں بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمان کی سیر فرمائی، '' لیلاً '' رات کے تھوڑے سے حصے میں، یہ اللہ پاک کی ذات عالی ہی کر سکتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عقل کے پرستاروں کو اشارہ کر رہے ہیں کہ جب تک قلب کی کیفیت، زبانِ ہوش مند کے ساتھ دلِ دردمند تمہارے پاس نہیں ہوگا، وہاں تک اقوال سے، افعال سے اور تمہارے مطالعوں سے یہ چیز حل نہیں ہوگی، آج کی ماڈرن سائنس میں عقل کے پرستار مختلف قسم کی چیزیں کائنات کے سلسلے میں سوچ رہے ہیں، عجیب وغریب اسٹوریاں، نئی

نئی باتیں پیش کرر ہے ہیں، ان سے بھی ہمارا یہی کہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی ذات وصفات کو سمجھنا ہے تو ذکر اللہ کی کثرت کرنی پڑے گی۔

دنیا کا بہت بڑا سائنسدان سرجیمس جینیس، اتوار کا دن ہے، چرچ کے اندر جارہا ہے، بارش برس رہی ہے، چھاتا اس کے ہاتھ میں ہے، ڈاکٹر عنایت اللہ مشرقی لکھتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا کہ دنیا کا اتنا بڑا افلکیات کا ماہر چرچ کی طرف جارہا ہے، بغل میں انجیل ہے، بارش برس رہی ہے اور چھاتے کو بغل میں دبائے ہوئے ہے، چھاتے کو لے کر نہیں چل رہا ہے، مجھے بڑا تعجب ہوا، میں نے کہا کہ آپ جیسا سائنسدان بغل میں انجیل کتاب دبائی اور اس کے ساتھ ساتھ بارش ہورہی ہے اور انجیل بغل میں دبائے ہوئے ہیں کہ سرجیمس جینس نے کہا: ہاں، میں چرچ میں جارہا ہوں، شام کو آپ میرے پاس آئیں، اس وقت میں گفتگو کروں گا، چنانچہ شام کے وقت عنایت اللہ مشرقی ان کے پاس گئے، اس نے یہ کہا: ۵۰ سال سے مسلسل فلکیات کی دنیا کا میں مطالعہ کررہا ہوں، اس کائنات کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے اپنے علم کی بنیاد پر یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ اس کائنات کا یقینا ایک پیدا کرنے والا ہے اور وہ اس کائنات کے نظام کو کنٹرول میں لئے ہوئے ہیں، اس لئے کہ ہزاروں لاکھوں سیاروں میں سے کوئی کسی سے ٹکراتا نہیں ہے، لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر و لا اليل سابق النهار. وہ ذات ہے جو ہر ایک کے نظام کو ترتیب سے چلارہی ہے، میں نے یہ سمجھ لیا کہ وہی خدا ہے اور کہا کہ مشرقی آگے سنیے کہ مجھے پوچھ رہے تھے کہ چرچ میں کیوں جارہے ہو؟ بات یہ ہے کہ جب میں چرچ میں جاتا ہوں، چاہے وہ ایک باطل مذہب (عیسائی) ہے، لیکن وہ نقل کررہا ہے کہ میں چرچ میں جاتا ہوں، انجیل کو اپنی بغل میں ساتھ میں رکھتا ہوں اور میں سجدہ کرتا ہوں اور اس وقت میں یہ کہتا ہوں: تو ہی سب سے بڑا ہے، تجھ سے بڑا کائنات میں کوئی نہیں ہے؛ نہ ذات میں اور نہ صفات میں، تو میرے دل کو سکون میسر ہوتا ہے، عنایت اللہ مشرقی نے ان سے کہا کہ یہی

بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ پاک نے نازل فرمائی: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء جو جاننے والے ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالی سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمیں یہی معرفت پیدا کروا رہے ہیں، اللہ کے ساتھ شریک کرنے والی دوسری جتنی چیزیں ہیں، آج امت مسلمہ میں شرک اور بدعات میں اس طریقے سے گھر گئی ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ پاک کی ذات عالی کا تصور ہم میں کم ہو رہا ہے، اللہ پاک کی طاقت اور قدرت کا وہ استحضار ہم میں نہیں ہے، الیکشن میں کوئی پارٹی جیت جاتی ہے، مسلمان مایوس ہو جاتے ہیں، اللہ پاک نے فرمایا: قل اللهم مالك الملك۔ اس کی طاقت ہے وہ جس کو چاہے دے، جس سے چاہے لے، اس وقت مسلمانوں کو سب سے زیادہ استحضار اللہ پاک کی ذات عالی کا کرنا ہے، بار بار قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے؛ تاکہ اس سے اللہ پاک کی محبت پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا کثرت سے تصور کریں گے، اس کی بہت ساری آیات سمیع اور علیم پر ختم ہوتی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی صفات کو کتاب التوحید میں ذکر فرمایا ہے، اس لیے دوستو اور بزرگو! اس وقت ضرورت ہے کہ امت اپنے آپ کو اللہ پاک کی طرف متوجہ کرے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کی عظمت بیان کرتے ہوئے ہمیں یہ فرما رہے ہیں کہ کثرت سے اس کا ذکر کرو، اس کی معرفت اور محبت پیدا ہوگی، روس کا صدر جو اللہ تعالی کا انکار کرنے والا کمیونسٹ تھا، لیکن حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے خطبات میں لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کی زبان پر اللہ اللہ جاری ہو رہا ہے، لوگوں نے کہا: آپ جیسا کمیونسٹ اور آپ کی زبان سے اللہ اللہ نکل رہا ہے؟ کہا: مانتا تو ابھی بھی نہیں ہوں، لیکن اس کو بولنے میں مجھے لذت آتی ہے، مجھے دل میں سکون اور چین ملتا ہے، اس لئے میں اس کو بول رہا ہوں۔ دوستو اور بزرگو! ایک کافر اور ملحد کو اللہ کے نام میں لذت میسر ہو اور ایک ایمان والے کو نہ ہو؛ یہ نہیں ہو سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اخیر میں ہمیں متوجہ کر رہے ہیں، کہ عقل کا ایک مقام ہوتا ہے، شرح عقائد میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے حواس خمسہ کی بحث کی ہے، آنکھ دیکھتی ہے ایک جگہ تک، آگے نہیں دیکھ سکتی، کان سن سکتا ہے ایک جگہ تک، آگے اس سے زیادہ سن نہیں سکتا ہے، اور کان سننے کا کام ہی کرے گا، دیکھنے کا کام نہیں کرے گا، اور جب انسانی عقل اور انسانی بدن کے اعضاء اتنے محدود ہے تو اللہ پاک کی ذات وصفات کو کیسے پہچان سکتے ہیں؟ لا تدرکه الابصار وهو يدرك الابصار۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ پاک اپنی معرفت اور محبت ہمیں نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ختم بخاری شریف (۱۴۴۱ھ)

ختم بخاری شریف بمقام: دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات الہند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ و الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دعوهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها سلام. وآخر دعوهم أن الحمد لله رب العالمين وقال النبي ﷺ: بعثت لاتمم مكارم الاخلاق.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ و الشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محترم ومکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم ، آنے والے علمائے کرام ، ہمارے عزیز طلبائے کرام اور مہمانان عظام!

آج کی مجلس بہت بابرکت مجلس ہے کہ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا اختتام ہورہا ہے، اصح الکتب بعد کتاب اللہ اللہ پاک کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح ،مستند دین کا ذریعہ جو ہم تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہنچا ہے،اس کا بہترین اوراصح ذخیرہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے سامنے پیش کیا۔

محترم حضرات ! بخاری شریف میں اول سے آخر تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عقائد کو بھی ذکر فرمایا ہے، عبادات کو ذکر کیا ہے، معاملات اور معاشرت کے مسائل کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح انسانی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ پاک نے قرآن نازل فرمایا اور ارشاد فرمایا: ثم ان علینا بیانہ۔ یہ احادیثِ مبارکہ دین کا بیان اور اس کی تشریح ہے، دین اپنے اصول اور ضابطوں کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی شکل میں ہمارے سامنے آئے تو عمل بھی اور پریکٹیکل شکل میں بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عملی زندگیوں کے ساتھ آج بھی اسی طرح زندہ ہے، بزم نبی آج بھی اسی طرح سجی ہوئی ہے، جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حیات تھے اور صحابہ کرام آپ کی احادیث کو قولاً، عملاً اور سکوتاً سن رہے تھے، سمجھ رہے تھے، آج بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے احادیث کو ہمارے سامنے اس طرح پیش کیا ہے۔ ہمارے طلبائے عزیز نے بخاری شریف میں کئی واقعات سنے ہیں اور صحابہ کرام ان واقعات کو کس انداز سے نقل کر رہے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہے اور جب ''الا وقول الزور'' جملہ استعمال فرمایا تو کیسے آپ ٹھیک بیٹھ گئے اور جھوٹی گواہی کی شناعت اور برائی کو بیان کرنے کے لیے اپنی ہیئت کو اور اپنے بیٹھنے کی شکل کو بدل دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بخاری شریف میں خود ہی اپنے واقعہ ''حدیث افک'' کو اپنے انداز میں نقل کر رہی ہے، پورے واقعے کے ذریعے اس وقت جو معاشی اور سماجی ماحول تھا، منافقین کی جو بدمعاشیاں تھیں اور اس کے مقابلے میں صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اپنا نقطہ نظر پیش کیا، (قائم فرمایا) اللہ پاک نے سورہ نور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے اس پورے واقعے کو ذکر کر کے ہمارے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ کے ان احوال کو پیش کیا۔

ابوطلحہ کس طریقے سے اپنے مہمان کی خدمت کررہے ہیں، اور صبح میں اللہ پاک کی طرف سے آیتیں نازل ہورہی ہیں کہ صحابہ کرام کا ایثار اور قربانی اپنے مہمان کے لئے بچوں کو سلا دینا اور اسی طریقے سے مہمان کو کھلانا ان کو پتہ ہی نہ چل سکے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کیا چیزیں ہیں؟ کن کیفیتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانوں کو استعمال فرمارہے ہیں، یہ ساری وہ ادائیں اور چیزیں جو آج تک امت کے پاس محفوظ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ یہ تو اللہ پاک نے وعدہ فرمایا، لیکن قرآن کریم کو پریکٹیکلی Practically شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش کیا، یہ چلتا پھرتا نبوی معاشرہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایک سچی مثال ہے، ہمیں اپنے سماج اور سوسائٹی سے ہٹ کر چودہ سو سال پہلے کے سماج اور سوسائٹی کو دیکھنا ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ زندگی گزار رہے تھے، تو احادیثِ نبویہ ہمارے سامنے موجود ہیں، حضور کی یہ روایتیں امت کو آپ کی ذات اقدس سے براہ راست وابستہ کررہی ہے، ہم اپنی زندگی کے جس عمل کو بھی چاہیں ہم چاہیں کہ ہماری دعائیں کیسی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر جو دعا فرمائی ہے، عرفات کے میدان میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہیں، بدر کے معرکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس آہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالی کے سامنے دست بدعا ہیں، یہ کیفیات ہمیں دعاؤں کے الفاظ بھی سکھلا دیتی ہے، کس طرح مسکنت کے ساتھ الی من تکلنی آپ فرمارہے ہیں، آپ مجھے کسی کے بھروسے پر چھوڑ رہے ہیں، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات اور اللہ پاک کی بارگاہِ عالی میں اللہ پاک کی مختلف صفات کو ذکر کر کے ہمیں اللہ کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں۔ جس ذات سے ہم مانگ رہے ہیں، وہ ذات کونسی ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں سبحان کے ذریعہ اس چیز کو بتلایا، میں آپ کے

سامنے اس کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ جب دین اسلام حضور نے دنیا کے سامنے پیش کیا تو سب سے پہلی جماعت صحابہ کرام کی جماعت تھی، یہ وہ حضرات ہیں جن کی زبان ہمیشہ آمنا و صدقنا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے ہیں ایُّ بلد هذا؟ یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ کرام فرماتے ہیں اللہ و رسوله اعلم۔ یہ تسلیم کرنا، اللہ کے ہر حکم کو مان لینا، چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے: آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّه وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِه لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِه وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ آگے فرمایا: لا نفرق بين احد من رسله۔ اس امت کے سامنے ایک اور امت بھی موجود تھی، قران کریم نے جس کے اقوال اور واقعات کو ذکر کیا ہے اور جنہوں نے یہ کہا: سمعنا وعصينا یہودی ہے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا تو زبان سے انکار کردیا اور عملی طور پر بھی کئی مرتبہ انکار کردیا، خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اللہ پاک رحم فرمائیں سیدنا موسی علیہ السلام پر، ان کو اللہ کی راہ میں بہت ستایا گیا ہے، لا تكونوا كالذين آذوا موسى۔ یہ دو جماعتیں اس وقت بھی دنیا میں موجود ہے، سمعنا وعصينا کہنے والے یہود اور نصاری ہنود اور مشرکین، اور ایک دوسری جماعت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر سمعنا واطعنا کہتی ہے۔

دوستو اور بزرگو!

اس لیے صحابہ کرام کے سامنے یہ کوئی سوال نہیں آیا کہ اپنے مسائل کس طریقے سے سے حل کریں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جملہ ارشاد فرمایا: ان اعمال بنی آدم۔ بنی آدم کے اعمال ٹولے جائیں گے، جو صاف قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے اس کو بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا، صحائفِ اعمال یا اعمال والوں کو ٹولا جائے گا، بالکل

اسی طرح یہ سمجھیے کہ دین اور شریعت کے معاملے میں تاویلات اور کسی نہ کسی طرح دور ہٹ کر جانا اس کے مقابلے میں صاف اور صریح الفاظ جو قرآن کریم میں موجود ہے اس کے بارے میں کئی ابواب ہیں، کتاب التوحید میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارے کئے ہیں، وانّ اعمال بنی آدم سے ہمیں بتلادیا کہ دین اور شریعت کے معاملے میں خاص کر کے صحیح سند کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک پہنچے ہیں، دوستو اور بزرگو! اس میں شک پیدا کرنا، شبہ پیدا کرنا، حدیث شریف کا انکار کرنا، عملی شکل میں اس حدیث شریف پر عمل نہ کرنا، آپ نے جن شکلوں میں دین کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے، اس میں تاویل کرنا مناسب نہیں ہے۔

دوستو اور بزرگو!

اس وقت ہندوستان اور نیوزی لینڈ میں جو مسئلہ پیش آیا، اس کی تہہ میں اگر ہم جائیں، آخر یہ کون سی لڑائی ہے؟ اور اس کو تیار کرنے کے لئے ۱۹۹۰ء میں ایک کتاب لکھی گئی۔ جس کا نام تہذیبوں کا تصادم (clash of civilization) ہے، دو کلچر میں آپس میں لڑائی کیسے ہوئی ہے؟ اور کیسے ہونی چاہیے؟ اس نے اس کو شائع کیا ہے، یہودی مصنف Hantington ہے اور یہ ساری چیزیں ۱۹۹۰ء سے پہلے کی ہے اور سب سے بڑا جو مسئلہ اٹھایا وہ امیگریشن کا ہے کہ مسلم ملکوں سے لوگ ہجرت کر کے چونکہ مسلم ممالک کو انہوں نے لڑائی کا اکھاڑہ بنادیا، اڈّا بنادیا، عراق کو جلایا، شام کو تباہ کیا اور اس سے پہلے افغانستان اور اس سے پہلے بیروت اور فلسطین کے واقعات پیش آئے، اس کی بنیاد پر ۱۹۹۰ء کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد یورپ اور امریکہ کا سفر کر چکی اور وہاں انہوں نے اپنے آپ کو آباد کیا، یہ مختلف ملکوں میں گئے، نیوزی لینڈ میں بھی مسلمان اسی طرح گئے ہیں، یہاں مجھے آپ کو یہ بتلانا ہے کہ یہ کس چیز کی لڑائی ہے؟ وہ یہ کہتا ہے تہذیب اور کلچر کی لڑائی ہے، ہمارا

دین اصلی شکل میں موجود ہے، یہود ونصاری اس سے محروم ہو چکے ہیں، ان کے پاس اس طرح کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے: حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کے سارے واقعات ایک جگہ جمع کروں، تب بھی پچاس دن سے زیادہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات جمع نہیں ہو سکے اور ان کے پاس ہے بھی نہیں، حضرت موسی علیہ السلام کی ذات ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ اسی وقت بنے گی جب ان کی زندگی ہمارے سامنے ہوگی، اس کے مقابلے میں اللہ تبارک وتعالی نے اعلان فرمایا: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ تمہارے لئے آئیڈیل اور نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، ان کے علاوہ کسی کی ذات کو مکمل نمونہ نہیں بنایا۔

دوستو اور بزرگو!

یہ لڑائی صرف علاقے کی لڑائی نہیں ہے، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی لڑائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عفت اور پاکدامنی کا لباس دیا، اس کے مقابلے میں یورپ یہ چاہتا ہے کہ عورتیں ننگی رہے، افغانستان پر دوسری مرتبہ حملہ کیا، اس وقت بش ((Bush نے اعلان کیا کہ افغان کی عورتیں پردے سے نکل کر سماجی زندگی میں آرام کے ساتھ باہر جائیں، ہم ان کو چلتے پھرتے دیکھنا چاہتے ہیں، یہ صلیبی جنگوں کے اشارے تھے، اس وقت بھی یورپ میں ایک باقاعدہ کوشش ایسی تہذیب اور کلچر کی کی جارہی ہے، میں آپ کے سامنے یوروپین مصنف جس کو اللہ تعالی نے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا، یہ جناب محمد اسد صاحب تھے، حضرت مولانا علی میاں صاحب نے ان کی کتابوں کے اردو تراجم کروائے، وہ لوگ جو نئے مسلمان ہوتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو چونکہ وہ مختلف حالات سے گزر کر آتے ہیں، اللہ پاک عجیب وغریب باتیں ان پر کھولتے ہیں۔

تو جناب محترم محمد اسد صاحب کہہ رہے ہیں: یاد رکھو، مسلمانوں میں یورپ میں بڑا ہوا

ہوں، وہاں میں نے اسلام کیوں قبول کیا، پھر میں عالم اسلام کی سیر کے لئے نکلا، میں نے یہ چیز دیکھی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، اس کا مطلب اپنی پوری زندگی کو، اپنی چال کو، اپنی ڈھال کو، اپنے اقوال کو، اپنے افعال کو، اپنی زندگی کے ہر عمل کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ وابستہ کرنا، اسی میں زندگی کا چین وسکون اورامن و عافیت ہے، آپ کے طور وطریق کو چھوڑ کر کہیں پر بھی جاؤ، ہر جگہ پر افراط وتفریط ملے گی۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احادیث مبارکہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں کیا کردار ادا کرتی ہے“ ، اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث شریف اعتدال دیتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو قائم کر کے اعتدال کی امت کو تعلیم دی ہے، ایک طرف معتزلہ ہے جو عقل کی بنیاد پر ہی ہر چیز کی بات کرتے ہیں، تو عقل کی بنیاد پر عقلی چیزوں کو لکھا جاتا ہے، ترازو کیسا ہوگا؟ کس طریقے سے تولا جائے گا؟ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق عالم آخرت کے ساتھ ہے، اس لیے جو اشکالات ہمیں ہوتے ہیں، اعمال ہمیں نظر نہیں آتے، ان کا وزن کیسے ہوگا؟ سائنس نے اس کو حل کر دیا، اس لیے اس قسم کے جو اشکالات ہوتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ معراج کے سلسلے میں گفتگو ہوتی ہے اور قرآن کریم نے سبحان الذی اسری بعبدہ سے شروع فرمایا، حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا اشکال یہ ہوگا، اپنے گھر سے مسجد اقصی پھر وہاں سے ساتوں آسمان پر کیسے چڑھ گئے، تھوڑی دیر میں کیسے واپس آ گئے؟ اس کا جواب قرآن نے دیا، جانے والے کو مت دیکھو سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام ۔ لے جانے والی ذات کو دیکھو، اللہ پاک کی ذات ہے، اللہ پاک کی ذات کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ وہ ذات عالی عظمت والی ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے، اس لئے تو سبحان کے

ذریعے اللہ پاک کی طرف ہونے والے اشکالات کی نفی کی گئی ہے اور اس کے ساتھ وبحمدہٖ فرمایا،کسی میں فلاں برائی نہیں ہے،اس میں نیگیٹیو (Nagative) طور پر کسی کی تعریف کرنا ہو اور اگر کہیں کہ فلاں صفات اس میں ہیں،تو اب حمد کے ذریعے اللہ پاک کی تحمید اور بزرگی بتلائی۔

دوستو اور بزرگو!

اس لئے ہم اس کو معمولی نہ سمجھیں، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو معمولی نہ سمجھیں،صحابہ کیوں کامیاب ہوئے؟ ان کو کہا جارہا ہے،ایک چھوٹا سا لقمہ گر رہا ہے،دانہ گر رہا ہے اور مہذب قوم روم کی ہے،ان کے سامنے توہین ہوگی کہ آپ گرے ہوئے دانے کو لے رہے ہیں،آپ نے فرمایا: اا ترک سنة حبیبی لهولاء الحمقاء۔ میں آقا کی سنتوں کو ان بے وقوفوں کی وجہ سے چھوڑ دوں، جو لفظ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حمقاء،آج جو انسانیت کے دعوے دار سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنے والے جو سب کچھ کر سکے،لیکن اپنے آپ کو ہی بھول گئے، ولا تکونوا کالذین ننسوا الله فانساهم انفسهم۔ اللہ کو بھلایا تو اس کی سزا یہ ملی کہ اپنے آپ سے بھی محروم ہو گئے، یہ قرآن کریم کا بلیغ جملہ ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حمقاء کا لفظ استعمال فرمارہے ہیں۔

دوستو اور بزرگو!

اس وقت امت کو ضرورت ہے حضور کی تعلیم پر عمل کرنے کی،آپ کے اخلاقیات کو سمجھنا ہے، میں نے آپ کے سامنے ایک روایت پڑھی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے آیا ہوں، اخلاق کی تعلیم کو تمام انبیاء نے دی،لیکن ان کو مواقع نہیں ملے،ان کو امت نہیں ملی، یا علاقہ نہیں ملے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے قیامت تک کے لئے زمان اور مکان کی قید سے آزاد کر دیا ہے،تو آپ کی تعلیمات میں قیامت تک کے اخلاق ضروری ہے،اس کو مکمل کرنا ضروری ہے،اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اخلاقی

تعلیم دی، بخاری میں آپ نے پہلے ہی پڑھا، وحی کی ابتداء ہو رہی ہے، اور آپ گھبرائے ہوئے ہیں زملونی زملونی فرمائے جارہے ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ پاک آپ کو ضائع نہیں کرے گا اور جو چیزیں ذکر کیں، وہ سارے اخلاقیات غریبوں، کمزوروں، بے سہارا لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا ہیں، جن بے چارے کا کوئی پرسان حال نہیں، آپ ان کی مدد کرتے ہیں، یہ بتلایا جارہا ہے کہ اخلاق سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے جارہے ہیں، مکہ مکرمہ سے راستے میں ابن الدغنہ ملتے ہیں اور وہ کہتے ہیں: آپ جیسے آدمی کو مکہ نہیں چھوڑنا چاہیے، آپ تو قوم کے شریف اور لوگوں کی خدمت والے ہیں، آپ مکہ چھوڑ دیں تو مکہ بے کار ہو جائے۔

اس وقت ضرورت ہے کہ امت اخلاقیات کو سیکھے، وہ ہمارے خلاف پروپیگنڈے کریں گے، لیکن ایک مسلمان سے غیر مسلم ملے گا، ایک مسلمان سے ایک انگریز ملے گا، دوسری قومیں ملے گی تو وہ کہیں گے کہ ہم نے جو مسلمان کے متعلق سنا ہے یہ وہ نہیں ہے، آج کل صلیبی جنگوں کا مسئلہ چل رہا ہے، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی بہادری کی تعریف تو ہم کر رہے ہیں، لیکن عین لڑائی کے موقع پر انگلینڈ کا راجہ بیمار ہوا، حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حکیم بھیجا، شاندار پھل اور فروٹ ان کے پاس بھیجے اور اس نے تعجب سے کہا: یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ ہم کمزور اور بیمار سے مقابلہ نہیں کرتے، بلکہ ہم طاقتور سے مقابلہ کرتے ہیں، آپ ہمارے علاقے میں آئیں، آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ بیمار ہیں، آپ مقابلہ کے لئے آئیں، صلیبی جنگ ہے، اور کیسا ظلم اور تشدد مسلمانوں پر کیا ہے؟ کتابیں بھری پڑی ہے، انسانی گوشت کو جلایا جارہا ہے اور کھایا جارہا ہے، یہ یورپین اقوام نے کیا، جو اپنے آپ کو مہذب کہہ رہی ہیں، سلطان صلاح الدین ایوبی نے ہم کو بتلادیا کہ اخلاق سے کس طرح دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے؟ اس لیے یورپ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے لیے ایک

لفظ بولا جاتا ہے، شریف دشمن یہ ہمارے دشمن تو ہے، لیکن شریف، اس لیے دوستو بزرگو! امت کو اس وقت اس کی ضرورت ہے، اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ نیوزی لینڈ میں کیا حالات پیش آئے؟ اذان ہو رہی ہے، نماز ہو رہی ہے، مسلمانوں کی حفاظت میں وہاں کے عوام کھڑے ہیں، ایک ایسا واقعہ پیش آیا، اللہ پاک نے جھنجھوڑا اور اس نے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آخر یہ کیا ہے؟ بہت سوں کو پسند نہیں ہے، لیکن اللہ پاک نے فرمایا: عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ وہ جس کی پرورش فرشتوں نے کی اس کو سامری بنایا اور جس کی پرورش فرعون نے کی وہ سیدنا موسی علیہ السلام ہے۔

ہم نہیں سمجھ پاتے ہیں، اس لیے ہم اللہ پاک کی تقدیر پر راضی رہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی سکھلا رہے ہیں، جو بھی حالات مسلمانوں پر آئے، تقدیر پر راضی رہنا چاہیے، یہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا تھا کہ تقدیر پر مجھے شرح صدر ہے، اطمینان ہے، اور صحابہ کرام کے درمیان جنگیں ہوئی اس پر بھی مجھے اطمینان ہے، دوستو! میں یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ پاک کا یہ بندہ جس کے دروازے پر قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کیوں گئے؟ اللہ پاک نے اس کو تسلیم اور رضا کی نعمت سے نوازا ہے، اس لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لڑائی کب ہوگی؟ جب ایک آدمی اپنے کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا سمجھے گا، جب آپ تواضع اختیار کریں گے، تو کوئی لڑائی نہیں، یہ جملہ حاجی امداد اللہ صاحب کا ہے۔

تو اس وقت امت کو ضرورت ہے اچھے اخلاق سے دنیا کے سامنے پیش آنا، اس لیے نہیں کہ لوگ ہماری طرف توجہ کرے؛ بلکہ اس لیے کہ ہمارا اخلاقی فریضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی اخلاق سے متصف ہونے کا ہے، ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کر کے اللہ کے بندوں کو معاف کریں اور اللہ کے دین کی دعوت اپنے قول اور عمل کے ذریعے دنیا کے انسانوں تک پہنچائیں، دعوت کو چھوڑنے کی وجہ سے کبھی کبھی مسلمانوں کو جھنجھوڑا جاتا ہے

اور جب بھول گئے ہیں تو بار بار یاد دلایا جارہا ہے، اس لیے یہ چیزیں ہمارے لیے خیر ہی خیر ہے، **ان امرہ کلہ لہ خیر**۔ مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کو تکلیف پہنچے اور صبر کیا، اس کو راحت پہنچی اور شکر ادا کرلیا، یہ صرف مومن کے لیے ہے اوروں کے لئے نہیں ہے، اللہ پاک نے اتنی صفات سے ہمیں نوازا ہے تو اللہ پاک ہمیں ان چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو جملہ فرمایا: **وزنوا بالقسطاس المستقیم**۔ دوستو! **ونضع الموازین القسط**۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ترغیب دی ہے، یہی ایک چیز ہے جو مجھے اور آپ کو اللہ تعالی سے ڈرانے والی ہے، دنیا کی کوئی پولیس اور کوئی کیمرہ ہمیں ڈرانے والا نہیں ہے، **وبالآخرۃ ھم یوقنون**۔ مرنے کے بعد مجھے اللہ پاک کو حساب دینا ہے، **ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید**۔ میری زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کو فرشتے لکھ رہے ہیں، **عن الیمین و عن الشمال قعید**۔ اس لئے اپنی زبان کی حفاظت کریں، اپنے اعمال کی حفاظت کریں، ہر وقت آخرت کا استحضار کریں، ہم اللہ کے بندوں کو چاہے مومن ہو، یا کافر ہو، فائدہ پہنچانے آئے ہیں، ہم دوسروں کو تکلیف پہنچانے والے نہ بنیں، مومن تو کھجور کا درخت ہے، ہر چیز میں لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اللہ پاک کہی سنی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ